نے یہ جھوٹی روایت بنائی ہے وہ اس سے علیؓ فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ مراد لیتے
ہیں۔ لیکن خارجی اور وہابی لوگ صرف شیعوں کی بات توڑنے کے لیے اس
سے مراد ابو بکر صدیق و فاروق، عثمان غنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مراد لیتے
ہیں۔ حالانکہ وہابی جانتے ہیں کہ یہ روایت بناوٹی ہے۔ شیعہ لوگ اہلِ بیت
کو پنج تن پاک کہتے ہیں وہابیوں نے ان کے مقابلے میں خلفاءِ راشدین
کو پنجتن پاک کہنا شروع کردیا۔ مگر اہلِ سنّت کہتے ہیں کہ صحابہ کے دونوں
گروہ ہی پنجتن پاک ہیں۔ پہلے زمانوں میں کذبیاتِ اسرائیلیات مشہور
تھے مگر اب شیعہ رافضی تفضیلی و تبرائی کذبیات بنانے میں بنی اسرائیل
سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ بلکہ شیعوں نے تو جھوٹ اور کذب و غلط
بیانی کو تقیّہ کا نام دے کر اپنے دین و عبادت میں داخل کر لیا ہے
اس بناوٹی روایت کا مقصد صرف یہ ہے کہ اہلِ بیت اور ائمہ اہلِ بیت
کا درجہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام سے زیادہ ثابت کیا جا سکے حالانکہ یہ عقیدہ
کفریہ ہے۔ مسلمانوں میں ایک غوثیہ فرقہ بھی ہے جو معاذ اللہ غوثِ پاک
کا درجہ انبیا سے زیادہ سمجھتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی اس کفریہ عقیدے کی
بنا پر اسلام سے خارج ہے۔ ایسے فرقے تو جہالت کی پیداوار ہیں
مگر حیرت تو ان سنی علما پر ہے جو اندھا دھند ایسی کفریہ روایتیں
لکھ ڈالتے ہیں۔ جو خود ان کو ہی مشکوک بنا دیں۔ ایسی ہی لا یعنی لغو
و کذب باتوں نے شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی۔ شاہ عبد العزیز محدّث
دہلوی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی کو معاشرۂ علمیہ میں مشکوک بنا دیا کہ
نہیں پتہ لگتا کہ یہ لوگ سنی ہیں یا شیعہ یا وہابی۔ ان لوگوں نے اپنی
کتب میں کوئی بات شیعہ نوازی میں کہہ کر شیعہ فرقہ کو خوش کر دیا

کوئی بات وہابیوں کی تائید میں کر دی۔ اس کج روی کی بنا پر مشکوک لوگ
اہلِ سنّت کے لیے قابلِ سند نہیں رہے۔ اسی روشِ بیگانگی میں یہ
مولوی فیض احمد مشہور ہیں کہ نسبت گولڑوی کر کے سنیوں کی آنکھ کا تارا
بن گئے مگر قلم اٹھایا تو کبھی شیعہ نوازی کبھی وہابیت نوازی کرنے لگ
گئے۔ اس دو رنگی چال کی اس کتاب مہرِ منیر میں اور بھی کئی مثالیں ہیں
مثلاً ص۳۰ پر مدرسہ دیوبند کو علمی مرکز بنا دیا حالانکہ دیوبند سے
ہی امکانِ کذب۔ امکانِ نظیر، گستاخیِ رب تعالیٰ، گستاخیِ نبوت،
جیسی ابلیسی جہالتوں نے جنم لیا، پھر کہیں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک
کے لیے جمع مذکر حاضر غائب کے صیغے استعمال کر کے اور لکھ کر
وہابی طریقہ اپنایا حالانکہ یہ جمع کے صیغے اللہ تعالیٰ کے لیے بولنا
وہابیت دیوبندیت کی ایجاد اور توحید کے خلاف ہے، اسی طرح
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آنحضرت کہنا اور مکمل درود شریف
لکھنے کے بجائے صلعم ڈالنا یہ بھی دیوبندیت وہابیت کی گستاخانہ ایجاد
ہے اور یہاں یہ روایت موضوعہ مجہولہ لکھ کر شیعہ نوازی کر دی اور
نام غوث پاک کا استعمال کر کے عن ابی ہریرہ لکھ دیا۔ سوکھا اور
جھوٹا رعب ڈالنے کے لیے، نہ کوئی سند نہ حوالہ، پھر کہتے ہیں جی
ہم عالم ہیں کیا علما کا یہی عامیانہ وطیرہ ہے۔ بہر کیف یہ روایت درایتاً
قطعاً لغو ہے۔ ہاں البتہ نبی کریم آقاءِ کائنات حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک حدیثِ قدسی مشہور ہے جس
کو علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اور محاضرۃ الاوائل میں اس
حدیث پاک کو ھٰذا حسنٌ فرمایا، اور دیلمی نے مسند فردوس میں عن ابن

تک دوسری کتبِ معتبرہ سے نہ ہو جائے۔ اس کی بات ماننے کے قابل نہیں ہوتیں اہلِ علم حضرات فرماتے ہیں چار حضرات کی باتیں قابلِ تحقیق ہیں اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں ۱۔ شاہ ولی اللہ صاحب ۲۔ شاہ عبدالعزیز صاحب ۳۔ خواجہ حسن نظامی ۴۔ تفسیر روح البیان۔ یہ کبھی وہابیوں کی تائید میں کبھی شیعوں کی تائید میں کبھی اہلِ سنّت کے ساتھ۔ اس روایت میں سات غلطیاں ہیں۔ پہلی یہ کہ یہودی کہتا ہے کہ میرے اِن تین سوالوں کا جواب صرف وہ جانتا ہے جو نبی ہو یا نبی کا وصی ہو۔ یہ قاعدہ قانون اُس نے کہاں سے لیا، دوم غلطی یہ کہ ان اپنے سوالوں کا جواب وہ خود جانتا تھا یا نہیں، اگر جانتا تھا تو کیا وہ نبی تھا یا وصیِ نبی تھا تو۔ لازماً وہ نہ نبی تھا نہ وصیِ نبی تو اِس کا یہ قاعدہ تو یہیں ٹوٹ گیا اور اگر وہ اپنے سوالوں کے جواب نہ جانتا تھا تو وہ مولیٰ علی کے جواب کی تائید و تصدیق کیسے کر رہا ہے۔ کسی جواب کی تائید وہی کر سکتا ہے جو خود پہلے سے جواب جانتا ہے۔ نیز وہ اب تو مولیٰ علی سے جواب سن کر پڑھ کر تائید کر رہا ہے۔ اَب سے پہلے وہ مسلمان کیوں نہ ہوا۔ تیسری غلطی۔ یہ جواب اتنے آسان ہیں کہ اگر آپ مجھ کو یہ روایت سنانے سے پہلے مجھ سے ہی یہ تینوں سوال کرتے تو میں بھی دوسرے دو سوالوں کا جواب تھوڑے سے غور کے بعد دے سکتا تھا۔ ہم دن رات لَا شَرِیْکَ لَہٗ، پڑھتے ہیں، اور کون مسلمان قرآن مجید کی آیت سے ناواقف ہے کہ اَنَّہٗ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ صدیق اکبر کی تو بڑی شان ہے۔ عام مسلمان کا بھی عقیدہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں ظلم نہیں عدل و کرم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہاں عجز بھی نہیں ہے۔ چوتھی غلطی کہ جب یہودی نے پوچھا کہ وصیِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کہاں ہے تو صحابہ نے
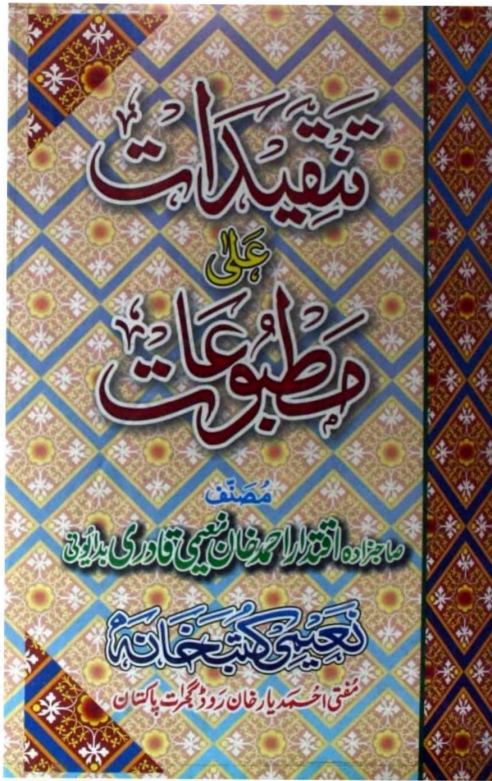
RAZAKHANI KA SHAH WALIULLAH DEHELVI PAR FATWA E KUFR

BY:- UMAR SIDDIQUI ACHORVI BRELVI

RAZAKHANIYAT KI NAZAR MEIN MUSLIM KOUN?
YA RAZAKHANI HI MUSLIM NAHI HAIN
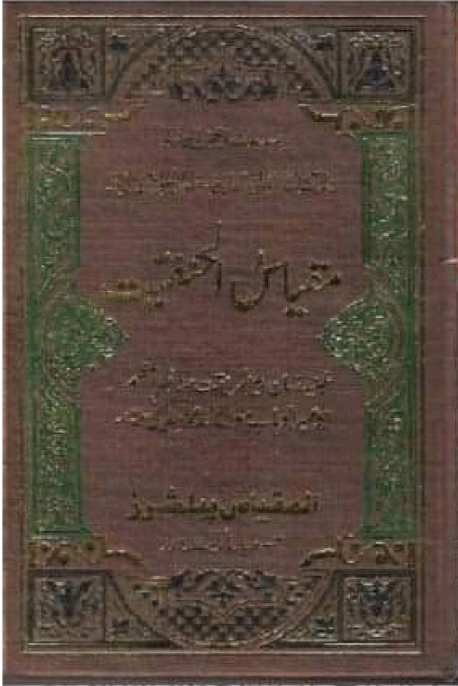
صاحب سے بڑی محبت کا وطیرہ اختیار کیا۔ اور اپنے عقائد سے شاہ صاحب کو ورغلانا
شروع کیا۔ داناؤں نے سچ کہا ہے

صحبت بدرا تباہ مے کند   دیگ سیاہ جامہ سیاہ مے کند

باپ کی صحبت نے شاہ صاحب کو رنگا۔ اور حرمین شریفین تک رسائی کروادی
جس کے متعلق آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ دیکھئے فیوض الحرمین وغیرہ۔ نجدی کی
صحبت کی نورسائی بھی گئی۔ اور رنگ بھی جاتا رہا۔ جب واپس پہنچے جو حالت ولڑکوں ہو
چکی تھی۔ اور اپنے والد ماجد کا عطیہ ولایت بھی کھو بیٹھے۔ جتنے کہ والد ماجد کے سمجھے
ہوئے مریدنی نے جب جنگ آمیز کلمات بزرگوں کی شان میں سنے تو دست افسوس
ملتے ملتے علیحدہ ہو گئے۔ محمد بن عبد الوہاب کے عقیدہ کی چند کتابیں بلاغ المبین وغیرہ
انبیاء واولیاء کی توہین میں شائع کیں۔ مسلمانان ہندوستان کا چونکہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ
کی سعی بلیغ سے حنفیت کا رنگ پکا ہو چکا تھا۔ اور شاہ عبد الرحیم صاحب کی صحبت سے
لوگ متاثر تھے۔ شاہ صاحب کی تحریر و تقریر مسلمانوں کو بے رنگ نہ کر سکی۔ دہلی میں
ایک شور برپا ہو گیا کہ ولی اللہ وہابی ہو چکا ہے۔ چنانچہ حیات طیبہ کے ص ۱۲ پر درج ہے
کہ تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتویٰ کفر صادر کئے تو شاہ صاحب کا بدی وعلمی وقار
ہبا منثورا ہو گیا۔ شاہ صاحب نے اپنے نئے مذہب وہابیت کی اشاعت کے واسطے
اپنے خاندانی مذہب حنفی کے نام کو بدل کر محمدی رکھ لیا۔ چنانچہ چند متمول اشخاص شاہ
صاحب کے معتقد بن گئے۔ اور مذہبی آسانی اور آزادی دیکھ کر پسند کر لیا۔ اور شاہ
صاحب کے بروقت حفاظت میں مقید ہو گئے کیونکہ ہر مسلمان شاہ صاحب کے کلمات
کو انبیاء اللہ اور اولیاء کرام کے برخلاف برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اور چونکہ مسلمان فرقہ
وہابیہ سے باخبر ہو چکے تھے۔ اس واسطے عوام وخواصان کو سوائے محمدی کے وہابی ہی کہتے
تھے۔ کیونکہ سوائے شاہ صاحب کے اور کوئی عالم شخص وہابی نہ تھا۔ لوگ اس وقت شاہ

چناچہ تمام عرب پر ایسا
جاوے یا انبیاء اولیاء او
محمد بن عبد الوہاب کے
کے بھائی شیخ سلیمان کو
بھائی کا رد کیا۔ محمد بن
حضور ﷺ کی ہتک میں کافی اشاعت کی۔ اس طرف ہند میں شاہ ولی اللہ صاحب
ہندی ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے جو محمد بن عبد الوہاب نجدی سے ۹ برس چھوٹے تھے۔ شاہ
صاحب نے اپنے والد ماجد سے تمام علوم حاصل کئے شاہ صاحب کا عقیدہ حنفی تھا۔ اور
انہوں نے اپنے باپ شاہ عبد الرحمن صاحب کی ولایت کی جانشینی اختیار کی۔ شاہ
صاحب کا نام احمد تھا۔ شہرت اس وقت تک پہنچ گئی کہ کوئی شاہ ولی اللہ کہتا تھا کوئی
قطب الدین کے لقب سے نوازتا تھا۔ چنانچہ آپ کو نبی ﷺ کی محبت نے اتنا بھایا کہ
آپ نے ایک قصیدہ مدحیہ جس کا نام الطیب النعم فی مدح سید العرب
والعجم تحریر فرمایا۔ جس کا ایک شعر تحریر کیا جاتا ہے۔ ص ۲۲

وَصَلَّی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ   وَ یَا خَیْرَ مَأْمُوْلٍ وَّیَا خَیْرَ وَاہِبٍ

خود ترجمہ فرماتے ہیں (یعنی رحمت فرستد بر تو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق
خدا اے بہترین کسی کہ امید او داشتہ شود و اے بہترین عطا کنندہ اور بزرگان دین کے
تمام وظائف کا ہر روز ورد فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ الانتباہ فی سلاسل اولیاء
ایک کتاب لکھی جس میں لکھا کہ اور ادفتحیہ جس میں الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول بھی
درج ہے۔ مجھے اجازت ہے میں پڑھتا ہوں۔ جو اہر خمسہ بھی پڑھا کرتے تھے جس
میں یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاً للہ موجود ہے اور ہر روز پڑھتے تھے۔ اچانک ارادہ حج
آپ کو حجاز لے گیا وہاں محمد بن عبد الوہاب نے دیکھا کہ بڑا ذی اثر عالم ہے۔ شاہ

MUHAMMAD BIN QASIM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

مقیاس الحنفیت

جنید زماں پیر طریقت مناظر اعظم
ابو عبدالوہاب مولانا محمد عمر صدیقی علیہ الرحمہ

المقیاس پبلشرز
۴- دربار مارکیٹ لاہور

وہاں محمد بن عبدالوہاب نے دیکھا کہ بڑا ذی اثر عالم ہے۔ شاہ صاحب سے بڑی محبت و طرہ اختیار کیا۔ اور اپنے عقائد سے شاہ صاحب کو ورغلانا شروع کیا۔ داناؤں نے سچ کہا ہے ؎

صحبت بد راہ تباہ مے کند   دیگ سیاہ جامہ سیاہ مے کند

باپ کی صحبت نے شاہ صاحب کو رنگا۔ اور حرمین شریفین تک رسائی کروادی جس کے متعلق آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ دیکھئے فیوض الحرمین وغیرہ۔ نجدی کی صحبت کی تو رسائی بھی گئی۔ اور رنگ بھی جاتا رہا۔ جب واپس پہنچے تو حالت دگرگوں ہو چکی تھی۔ اور اپنے والد ماجد کا عطیہ ولایت بھی کھو بیٹھے۔ حتیٰ کہ والد ماجد کے سمجھے ہوئے مریدین نے جب ہتک آمیز کلمات بزرگوں کی شان میں سنے تو دست افسوس ملتے ملتے علیحدہ ہو گئے۔ محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کی چند کتابیں بلاغ المبین وغیرہ انبیاء و اولیاء کی توہین میں شائع کیں۔ مسلمانان ہندوستان کا چونکہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی سعی بلیغ سے حنفیت کا رنگ پکا ہو چکا تھا۔ اور شاہ عبدالرحیم صاحب کی صحبت سے لوگ متاثر تھے۔ شاہ صاحب کی تحریر و تقریر مسلمانوں کو بے رنگ نہ کر سکی۔ دہلی میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ولی اللہ وہابی ہو چکا ہے۔ چنانچہ حیات طیبہ کے صـ۱۲۱ پر درج ہے کہ تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتوے الکفر صادر کئے تو شاہ صاحب کا دینی و علمی وقار مٹا منثور ہو گیا۔ شاہ صاحب نے اپنے نئے مذہب وہابیت کی اشاعت کے واسطے اپنے خاندانی مذہب حنفی کے نام کو بدل کر محمدی رکھ لیا۔ چنانچہ چند متمول اشخاص شاہ صاحب کے معتقد بن گئے۔ اور مذہبی آسانی اور آزادی دیکھ کر پسند کر لیا۔ اور شاہ صاحب کے ہر وقت حفاظت میں مقید ہو گئے کیونکہ ہر مسلمان شاہ صاحب کے کلمات کو انبیاء اللہ و اولیاء کرام کے برخلاف برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اور چونکہ مسلمان فرقہ وہابیہ سے باخبر ہو چکے تھے۔ اس واسطے عوام و خواص ان کو بجائے محمدی کے وہابی ہی کہتے تھے۔ کیونکہ سوائے شاہ صاحب کے اور کوئی عالم شخص وہابی نہ تھا۔ لوگ اس وقت شاہ صاحب کو بڑا مذہبی مجرم سمجھ کر حملہ آور بھی ہوتے

تھے۔ لیکن حکومت اسلامی کے انصاف سے خائف تھے۔ شاہ صاحب کس مپرسی کی حالت میں اپنے دینی وطن نجد کو آبائی وطن پر مقدم سمجھ کر شیخ محمد بن عبدالوہاب کے پاس جا کر وہابیت کے مقتدر نمائندے کی حیثیت میں قیام پذیر ہوئے۔ چنانچہ اخیر عمر میں جب لوٹے معمولی مذہب کی حالت میں جب ہندوستان پھرے تو اپنے جانشین و لائق بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب چھوڑ گئے۔ ان دو حضرات نے بھی اپنے دادا کے حنفی مذہب کو پسند فرمایا۔ لیکن آبائی اثر ضرور متاثر ہوتا ہے کچھ نہ کچھ شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سا رنگ چڑھا جس کا علماء کرام نے کافی جواب دیدیا۔ ان کے بعد ۱۱۹۳ھ میں ان کے بھتیجے اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ علم دین حاصل کیا لیکن تحریر سے بجا دے بالکل عاری تھے۔ محمد اسمٰعیل صاحب نے بھی شاہ ولی اللہ صاحب کی تائید میں اپنا مذہب محمدی کہلوایا۔ گو تمام مسلمان ان کو بدعتی اور وہابی کے نام سے مدعو کرتے تھے۔ اسمٰعیل صاحب نے اپنے ساتھ ایک بالکل ان پڑھ شخص سید احمد بریلوی کو وہابیت کا دستی ممد و معاون بنا لیا۔ دہلی میں کچھ حنفیت غالب تھی۔ صاحبزادگان شاہ ولی اللہ صاحب عقیدہ احناف کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ بھلا اسمٰعیل صاحب کی کون سنتے۔ اسمٰعیل صاحب چاہتے تھے کہ میں وہابیت کا پرچار کھلم کھلا کروں اور اس مذہب کی اشاعت ہندوستان میں بھی ہو۔ لیکن ان کو کوئی موقعہ نہ ملتا تھا۔ آخر کتاب التوحید مؤلفہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ترجمانی میں کتاب تقویۃ الایمان صراط مستقیم اور تنویر العینین وہابیت کی تائید میں شائع کیں۔ لوگ سوائے چند اشخاص کے کتابیں پڑھ کر بڑے متنفر ہوئے اور ان کے جواب میں کتابیں لکھیں۔ چنانچہ سکھ قوم حکومت مغلیہ سے باغی ہو کر صوبہ پنجاب کے حاکم بن چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانان پنجاب پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ خدایا تیری پناہ۔ اسمٰعیل صاحب نے سیاسی موقعہ سوچا کہ سکھوں کے برخلاف اعلان جہاد کر کے مسلمانوں کو اپنی فوج بنا کر پنجاب فتح کیا جائے تو حکومت وہابیہ مستقل بن جائے گی

تھے۔ لیکن حکومت اسلامی کے انصاف سے خائف تھے۔ شاہ صاحب کس مپرسی کی حالت میں اپنے دینی وطن نجد کو آبائی وطن پر مقدم سمجھ کر ہمبرے محمد بن عبدالوہاب کے پاس جا کر وہابیت کے متعقد رضاکندے کی حیثیت میں قیام پذیر ہوئے۔ چنانچہ اخیر عمر میں جب لوٹے۔ مموی مذہب کی حالت میں جب ہندوستان پہنچے تو اپنے جانشین دو لائق بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب چھوڑ گئے۔ ان دو حضرات نے بھی اپنے دادا کے حنفی مذہب کو پسند فرمایا۔ لیکن آبی اثر ضرور متاثر ہوتا ہے کچھ نہ کچھ شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سا رنگ چڑھا جس کا علماء کرام نے کافی جواب دیدیا۔ ان کے بعد ۱۱۹۳ھ میں ان کے بھتیجے اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ علم دین حاصل کیا لیکن تحریر سے بچاد ے بالکل عاری تھے۔ محمد اسمٰعیل صاحب نے بھی شاہ ولی اللہ صاحب کی تائید میں اپنا مذہب محمدی کہلوایا۔ مگر تمام مسلمان ان کو بدعتی اور وہابی کے نام سے مدعو کرتے تھے۔ اسمٰعیل صاحب نے اپنے ساتھ ایک بالکل ان پڑھ شخص سید احمد بریلوی کو وہابیت کا دستی ممد و معاون بنا لیا۔ دہلی میں کچھ حنفیت غالب تھی۔ صاحبزادگان شاہ ولی اللہ صاحب عقیدہ احناف کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ بھلا اسمٰعیل صاحب کی کون سنے۔ اسمٰعیل صاحب چاہتے تھے کہ میں وہابیت کا پرچار کھلم کھلا کروں اور اس مذہب کی اشاعت ہندوستان میں بھی ہو۔ لیکن ان کو کوئی موقعہ نہ ملتا تھا۔ آخر کتاب التوحید مولفہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ترجمانی میں کتاب تقویۃ الایمان صراط مستقیم اور تنویر العینین وہابیت کی تائید میں شائع کیں۔ لوگ سوائے چند اشخاص کے کتابیں پڑھ کر بڑے متنفر ہوئے اور ان کے جواب میں کتابیں لکھیں۔ چنانچہ سکھ قوم حکومت مغلیہ سے باغی ہو کر صوبہ پنجاب کے حاکم بن چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانانِ پنجاب پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ خدایا تیری پناہ۔ اسمٰعیل صاحب نے سیاسی موقعہ سوچا کہ سکھوں کے برخلاف اعلان جہاد کر کے مسلمانوں کو اپنی فوج بنا کر پنجاب فتح کیا جائے تو حکومت وہابیہ مستقل بن جائیگی

اور آہستہ آہستہ سارا ہندوستان وہابیہ سے پُر ہو جائیگا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب نے سرحد ہندو افغانستان میں آکر آزاد قبائل کو سکھوں کے برخلاف جہاد کے واسطے بھڑکا یا یہاں میں چونکہ جہاد کی تڑپ پہلے ہی موجود تھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ لیکن اللہ کریم کو دونوں کی کامیابی الاعمال بالنیات کے اصول سے منظور نہ تھی۔ سکھوں کے مقابلہ میں شکست فاش دی۔ اور ۱۲۴۶ھ میں سکھوں کے ہاتھوں قتل کروا دئے۔ اور ساری سکیم ملیا میٹ ہو گئی۔ اس طرف حجاز میں ۱۲۲۰ھ میں سعود امیر وہابیہ نجدیہ نے تمام قبے شہید کر دئے حتےٰ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا روضہ اطہر بھی شہید کر دیا۔ ۱۲۲۹ھ میں سعود کے فوت ہونے کے بعد اس کی جگہ عبداللہ بن سعود جانشین ہوا۔ ۱۲۳۳ھ میں ابراہیم بادشاہ مصر نے عبداللہ کو شکست دے کر عبداللہ کو قید کر کے مصر لے گیا۔ اور حجاز پر قبضہ کیا۔ ۱۲۳۵ھ میں عبداللہ بن سعود نجدی کو مصر کے ہمایوں دروازہ کے پاس قتل کروا دیا۔ ہندوستان میں مولوی مملوک علی صاحب جو تمام دیابنہ کے استاد ہیں دہلی میں اجمیری دروازہ عربک ہائی سکول کے مدرس اوّل تھے۔ ان کو حرمین شریفین کی زیارت کا شوق ہوا تو وہاں پہنچتے ہی وہابیت سے متاثر ہو گئے۔ اور اپنا نام مملوک علی کی بجائے مملوک العلی بدل دیا۔ اور واپس گھر پہنچتے ہی نانوتہ ضلع سہارنپور سے مولوی محمد قاسم صاحب کو ساتھ لیتے آئے۔ اور مولوی رشید احمد صاحب بھی مولوی مملوک علی صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ دونوں نے مولوی صاحب مذکور سے علوم حاصل کئے۔ یہ دونوں مولوی مملوک علی صاحب کے بڑے شاگردوں میں سے تھے حقیقتہً مولوی مملوک علی صاحب سلطنت مغلیہ حنفیہ کے خوف سے اور علماء کرام کے جم غفیر کے ہراس سے اپنے وہابی مذہب کی علی الاعلان اشاعت تو نہ کر سکتے تھے۔ لیکن درس میں عقائد وہابیہ کے کئی پرزے تیار کر لئے۔ جو اس قابل بن گئے کہ عوام کالانعام کو وہابی عقیدہ سے مضبوط کر کے وہابی مشن کی ترقی کریں۔ مولوی مملوک علی صاحب دیوبندی مذہب کی مشین ہیں باقی سب پرزے یا فرع ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب مذکور نے

مناظرِ اسلام مولانا محمد عمر اچھروی قدس سرہ

وسعتِ علم اور حاضر جوابی میں ان کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی، تقویٰ اور پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے مسلکِ اہلِ سنت و جماعت کے تحفظ کے لئے تحریری اور تقریری کوششوں میں تمام عمر صرف کی وہ ایک ایسی شخصیت تھے جنہیں بلا تخصیص تمام مذاہبِ باطلہ کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا تھا۔ ہر روز قرآن مجید کے پانچ پاروں کی تلاوت اور شب بیداری آپ کے معمولات میں سے تھے۔ دورانِ تقریر آیاتِ قرآنیہ سے اس کثرت سے استدلال کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔

۱۹۰۲ء میں مولانا محمد امین ابن حاجی عبد الملک کے گھر قصور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید والدِ ماجد سے پڑھا۔ علوم دینیہ مولانا صلاح الدین، مولوی محمد حسین لکھوی، مولوی عطاء اللہ لکھوی، مولوی محمد عالم سنبلی (لاہور) سے پڑھے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی کے شاگرد رشید مولانا محمد حسین (امام و خطیب پلٹن فیروز پور) کے ہاں کچھ عرصہ زیرِ تعلیم رہے اور اس عرصہ میں مولانا کے شاگرد رشید مولانا علی محمد جماعتی علیہ الرحمۃ (قصور) کے ہاں قیام پذیر رہے (جو ان دنوں فتووالہ میں مقیم تھے) مولانا علی محمد جماعتی کے بیان کے مطابق مولانا اچھروی بہت محنتی تھے[1]

آپ نے مدرسہ رحمانیہ دہلی میں درسِ حدیث کی تحصیل کی اور سند مولوی عبد اللہ روپڑی اہلِ حدیث سے حاصل کی۔ آپ نے تمام زندگی مسلکِ احناف کی بھرپور حمایت کی۔ مولانا احمد علی سہارنپوری کے تلمیذ رشید مولانا احمد علی میرٹھی سے دوبارہ حدیث شریف کا درس لیا۔

حضرت مناظرِ اسلام نے تمام عمر تقریر اور مناظرہ میں صرف کرنے کے باوجود تصانیف کا بھی قابلِ قدر کتب کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ آپ کی مشہور اور مقبولِ عام تصانیف کے نام یہ ہیں:-

---

[1] بروایت مولانا محمد [illegible] قصوری زید مجدہ۔
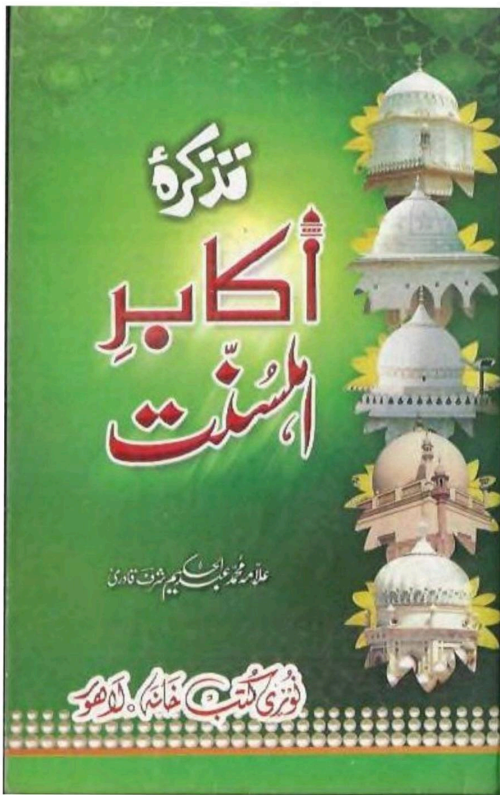
نہ کہ بیٹی، بہن۔ بہر کیف قرآنِ مجید نے صرف ازواجِ نبی علیہ السّلام کو ہی اہل بیت فرمایا ہے جس سے ثابت ہوا کہ اصل اہل بیت بیوی ہی ہے۔ پنجتن پاک کو خصوصی طور پر صرف حدیث مبارکہ نے اہل بیت فرمایا۔ اگر بیوی نہ ہو تو کوئی بھی اہل بیت نہیں بن سکتا۔ بیوی ہوگی تو اولاد ہوگی۔ ان بے تمیز لوگوں کی مت ماری گئی ہے کہ ازواج کو اہل بیت نہیں مانتے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ فقہاءِ عظام بھی فرماتے ہیں کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام و ملائکہ کے لیے بوجہ ان سب کی عصمتِ خداداد علیہ السّلام، مخصوص ہے۔ اور یہ جملہ اہلِ بیت پنجتن پاک وائمہ دوازدہ ۱۲ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے بولنا شیعوں رافضیوں کی نشانی ہے۔ رہا شاہ عبدالعزیز صاحب کا جواز لکھ دینا تو قرآن و حدیث اور فقہاءِ عظام کے مقابل ان بے چاروں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ ان کا تو اپنا کوئی مضبوط نظریہ نہیں یہ تو کبھی وہابیوں کو خوش کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو کافر لکھتے ہیں (معاذ اللہ) اور کبھی شیعوں کو خوش کرنے کے لیے پنجتن پاک کو علیہ السّلام لکھنا کہنا جائز مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے سب جانتے ہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو مومن نہ مانے وہ وہابی ہے اور جو پنجتن پاک یا بارہ ائمہ کو علیہ السّلام کہے وہ رافضی شیعہ ہے۔

سوال نمبر ۶۴: کچھ بزرگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کنارۂ دجلہ پر سیب کھا لینے پھر معاف کرانے اور اس طرح سیب والے کی بیٹی سے نکاح کا واقعہ حضرت امام اعظم کے والد صاحب کا تھا، اور
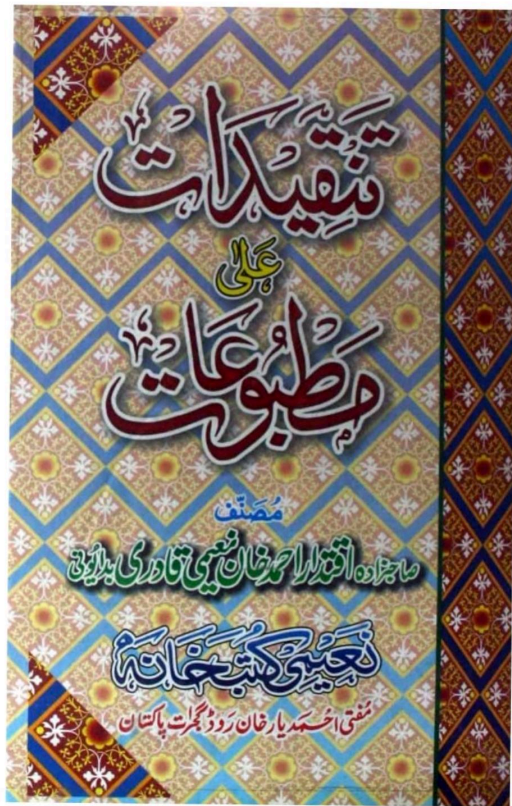
نام کے ساتھ علیہ السّلام۔ جیسے کہ رافضی شیعہ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں علیہ السّلام کے ناجائز ہونے کے حکم ہیں زندہ موجود حضرات اور فوت شدہ حضرات برابر ہیں۔ ثابت ہوا کہ اہلِ بیت کو علیہ السّلام کہنا اور لکھنا شیعہ رافضی لوگوں کی نشانی ہے، عبد الحق محدّث دہلوی رح نے بھی علیہ السّلام غیر نبی کے لیے کہنے کو حرام لکھا۔ اشعت اللّمعات کی جلد اول صہ ۴۳۲ پر بزبانِ فارسی اور مرقات نے مکروہ تنزیہی لکھا شرح شفا جلد سوم نے صہ ۵۰۹ پر اور امام نووی نے شرح مسلم جلد اوّل صہ ۲۴۶ پر اور فتاویٰ شامی نے جلد پنجم صہ ۵۲۳ پر۔ اور مرقات جلد دوم صہ ۵ غرضکہ تمام فقہا علماءِ اہلِ سنّت نے اہلِ بیت کے لیے علیہ السّلام ناجائز اور شیعوں کی نشانی بتایا ہے نیز اس کا ثبوت نہ قرآن مجید کی آیت میں نہ احادیث کے فرمان میں مگر یہ مصنّف ہر جگہ علیہ السّلام لکھتا ہے اور ثبوت میں عبد العزیز محدّث دہلوی کا نام لکھتا ہے حالانکہ عبد العزیز خود مشکوک شخصیت ہیں اور شاہ عبد الحق محدّث دہلوی امامِ اہلِ سنّت ہیں اُن کے فرمان کے مقابل عبد العزیز صاحب کی کوئی حیثیت نہیں ہے قرآن مجید فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم۔ مگر یہ مصنّف کہتا ہے علیہ السّلام تو گویا اللہ رسول سے مقابلہ کرنا ہے یہ حرکتِ ضالّہ صرف رافضی شیعہ ہی کر سکتا ہے اس لیے مجھے یقین ہے کہ یہ مصنّف تبرّائی شیعہ رافضی ہے کیونکہ صرف تفضیلی شیعہ بھی ایسا نہیں کرتے ہیں ۲ یہ مصنّف اکثر اپنے ہم مذہب رافضیوں کی کتب کا یا بالکل غیر معتبر غیر معروف نایاب کتب کا حوالہ دے کر اپنی کفریہ بدعقیدگی بچاتا ہے اور یہ بھی رافضیت کی نشانی ہے چنانچہ اپنی کتاب کے جلد سوم کے
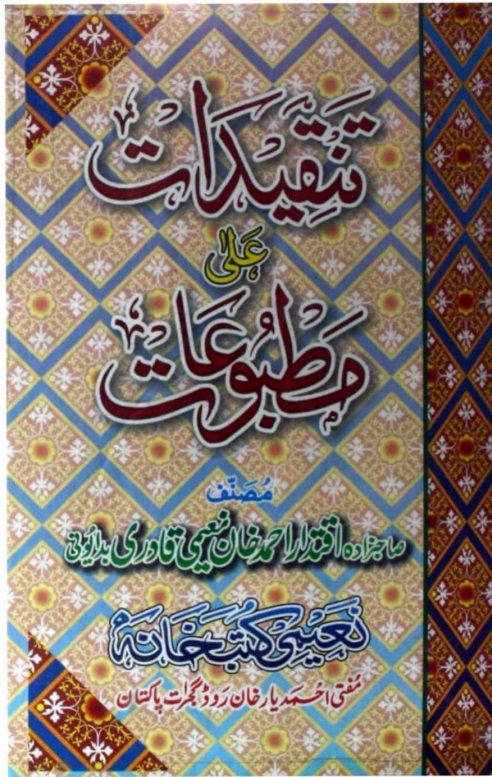
نجدی اپنی کتاب ''انفاس العارفین'' میں ایک عارف عین القضات ہمدانی کے قول ''آں راکہ شما محمد مے دانید نزد ما خدا ست'' یعنی جسے تم محمد ﷺ جانتے ہو ہمارے نزدیک وہ خدا ہے (انفاس العارفین طبع احمدی دہلی ص ۱۰۷) کو تاویلاً صحیح قرار دیا اور ۱۲۴۴ھ میں بموقع حج نجدی وہابی علماء سے جمع ہو کر آئے۔ تو ترجمہ قرآن میں اسی ذات اقدس ﷺ کے لئے جسے بتاویل خدا کہا تھا ''راہ گم کردہ'' اور ''شریعت مے دانستی'' اور ''گناہ تو'' لکھ کر خود ذات شریف مع اپنے بیٹوں پوتوں کے سارا خاندان شاہ ہو گیا۔ اور پھر بہ شامت ایں جرم اس کے پوتے محمد اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں مظاہر، محاسن اخلاق الٰہیہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں پر شرمناک حملوں سے دادا کی شاہی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ شنیدہ شدہ ہے کہ حضور خواجہ خواجگان چشت اہل بہشت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ نے ہگا، شاہ عبدالعزیز نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا پھر کیا ہوا؟

تا ثریا مے رود دیوار کج نہیں بلکہ ''سوئے دوزخ مے فتد دیوار کج'' امرتسر کے خارجستان اور وہابیوں کی انچارج جماعت کے مرکز علوم مدرسہ دیوبند کے خوارج نے'' ولی اللہ اینڈ سنز'' کے غلط ترجمہ گھڑنے اور حضور ﷺ کی نسبت لفظ ''ذنب'' کا معنی گناہ کرنے پر گھی کے چراغ جلائے۔ ان کے حکیم الامت نے خطائیں۔ ان کے مریض الملت محمود الحسن صدر دیوبند نے صریح لفظ گناہ اور سقیم الطائفہ فتح محمد جالندھری نے بھی اسی ''گناہ'' سے پیاس بجھائی۔ سہیم الخوارج مودودی اور ثناء اللہ امرتسری بھی ''پیچھے اس امام کے اللہ اکبر'' ہوئے۔

بہت دیر ہو گئی حضور فخر عصمت ﷺ کی نسبت واقع الفاظ ضال کا معنی گمراہ یا گم کردہ راہ یا شریعت سے بے خبر اور ''ذنبک'' کا معنی آپکے گناہ یا ترک افضل و خلاف اولیٰ یا خطا۔ آپ کی عصمت پر حملہ آور ایک نہایت ہی زہریلا سانپ ہے۔ مولوی ولی اللہ وغیرہ نے جب بھی اسے اپنی شاہی پٹاری سے نکال کر آپ کی عصمت پر چھوڑا تھا تو جیسے اشرف علی تھانوی کی علم نبوی کی مجانین و بہائم سے تشبیہ اور خلیل احمد و رشید احمد کی علم شیطان کی علم نبوی سے وسعت کی گستاخی اور بانی دیوبند نانوتوی کی آپ کی خاتمیت زمانی کی خاتمیت ذاتی سے تعبیر کی بروقت بیخ کنی کر دی گئی تھی تو اگر اس دہلوی دیوبندی وہابی گناہ و ترک اولیٰ اقرع اژدہے کا سر بھی کچل دیا جاتا تو آج اس شرمناک رسالے ''مغفرت ذنب'' کی نوبت نہ آتی۔ مجھے رب اکرم حسن ذات حق کی قسم! ایسے علمائے سو اکابر ہوں یا اصاغر کسی بھی رعایت کے مستحق نہیں۔ یہ علم کے رنگ میں ایک ناسور ہیں ایک کینسر ہیں ایک راج پال ہیں جو یادگار حسن وفا غازی علم دین شہید کو للکار رہے ہیں۔ مگر مجھے سخت افسوس ہے کہ کراچی تا خیبر علمائے اہل سنت میں سے کسی بھی مقتدر اہل علم نے واللہ اعلم

والتسلیمات اور وقائع و تواریخ ملل صرف مسلمان ہی نہیں پڑھتے بلکہ اسلام اور بانی اسلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نکتہ چینیوں کے لئے دشمنان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی ان کا بہت مطالعہ کیا ہے تو آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ کسی ہندو، آریا، کافر یا مرتد نے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے متعلق "رنگیلا رسول" اور "شیطانی آیات" جیسی شرمناک کتابیں کیوں نہیں لکھیں ؟۔ رسل وانبیاء میں سے صرف تاجدار انی لاتقاکم للہ و سریر آرائے عرش واللہ انی لا خفاکم واخشاکم لہ (موطا امام مالک، صحیح مسلم) ﷺ کو ہی دشمنان اسلام نے گناہوں کے الزامات کا نشانہ کیوں بنایا؟ اس حادثے کی آخر وجہ کیا ہے ؟۔

آپ کا ذہن اگر کام نہیں کرتا تو اس محرر سطور خاک بوس کوئے مدینہ و نجف سے پوچھئے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی امتوں نے باوجود تورات وانجیل میں صدہا تحریفات کر لینے کے اپنے نبیوں کے لئے کہیں بھی گناہ یا گمراہ یا خطا و کوتاہی، لغزش و ادنیٰ ہمصبہ الجلیل جیسے ایمان سوز الفاظ استعمال نہیں کئے۔ بلکہ اپنے نبیوں کو انہوں نے ازکی واطہر ہی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور کر رہے ہیں اور کرنا بھی چاہئے۔ مگر شومئی قسمت سے خیر الانبیاء کی خیر الامم امت کے اسلام کی پیشانی پر سیاہ داغ اکابر اشقیا، اکابر علماء نے ہی قرآن مجید کے بعض ذو معنی الفاظ کے تراجم اور بعض روایات مردودہ، بعض مفسرین کے اقوال مردودہ اور مفاہیم متروده کی آڑ میں معدن عصمت ہر معصوم ﷺ کے لئے گناہ، خلاف اولیٰ جیسے قاطع ایمان الفاظ استعمال کر کے دشمنان اسلام کے لئے آپ ﷺ پر رکیک حملوں کی راہ ہموار کی ہے۔

من از بیگانگان ہرگز نالم کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

خشت اول چوں نہد معمار کج | قرآن مجید لغت واسعہ عربیہ میں نازل ہوا ہے۔ ایک ایک لفظ کے ۳۰ یا ۴۰ معنی بھی آئے ہیں۔ اس میں آیات محکمات بھی نازل ہوئیں جن کے معنی و مفاہیم واضح ہیں اور آیات متشابہات بھی جن کی تاویل یعنی اصل مراد اللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس میں اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق برائے امتحان مؤمنین ایسے الفاظ بھی وارد کئے گئے ہیں کہ ایک جگہ ان کا ایک معنی کرنا کفر اور دوسرا معنی کرنا صحیح ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ وجہ، یضحک، وغیرہا اور حضرات انبیائے کرام کے لئے لفظ ضال یا ضلال یا لفظ ذنب وغیرہا اس برصغیر میں انبیائے کرام کی طرف اضافت سے لفظ ضال کا فارسی یا اردو میں "گمراہ" اور لفظ ذنب کا معنی "گناہ" کرنے کی خشت اول اور اس کا موجد و سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد معروف بہ شاہ ولی اللہ دہلوی اور وہی سارگی جانے والے اس کے بیٹے رفیع الدین و عبدالقادر ہیں۔ جہالت عامہ کے دور میں دہلی میں سقہ چہ کی طرح ان کی علمی شاہی کا چمڑے کا سکہ چلتا تھا۔ یہ مولوی احمد الضدان مجمعان کا حیرت انگیز ہیولیٰ تھے۔ اول سنی پھر

قرآن مجید میں امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کی طرف مضاف لفظ

ذنب

کے معنی کے تعین پر ایک یادگار منفرد تحقیقی اور نادر، بے لاگ علمی تبصرہ

عصمۃ النبی المصطفٰی ﷺ

یعنی حل

معرکۃ الذنب

از قلم:

عالم ربانی عارف یزدانی محقق لاثانی حضرت علامہ مولانا

غلام مہر علی

دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم دارالعلوم نور المدارس صدر عیدگاہ چشتیاں شریف ضلع بہاول نگر

رازی) یعنی (معاذاللہ) آپ ۴۰ سال تک کافر رہے اور قرآن نازل ہونے کے بعد مومن ہوئے۔

قرآن مجید کا فارسی و اردو میں غلط ترجمہ کرنے والوں میں، اس سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد الملقب بہ شاہ ولی اللہ نے اس کا معنی گھڑا "راہ گم کردہ یعنی شریعت نے دانستی"۔ اس کے بیٹے عبدالقادر اور محمود الحسن صدر دیو بند نے کہا "بھٹکتا" یعنی دھکے کھاتا۔

گستاخ رسول تھانوی نے " شریعت سے بے خبر" بنایا۔ اس حکیم الامت بننے کے مدعی تھانوی کو اتنا پتہ بھی نہیں کہ شریعت تو ایفائے حقوق اللہ و حقوق عباد اللہ کا ہی نام ہے۔

حضرت یحیٰ و عیسیٰ علیہما السلام بطون امہات میں ہی تھے کہ یحیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سجدۂ تعظیم فرمایا کرتے تھے۔ فکانت ام یحیٰ تقول لمریم انی اجد مافی بطنی یسجد لما فی بطنک تحیۃ لہ (الشفا قاضی عیاض ج ۱ ص ۹۷ طبع مصر) یعنی حضرت یحیٰ کی والدہ حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم سے کہا کرتی تھی کہ میرے پیٹ والا بچہ تیرے پیٹ والے بچے کو سجدہ سلام کرتا ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ طیبہ فرماتی ہیں فنظرت الیہ فاذا ھو ساجد (زرقانی ج ۱ ص ۱۱۲) میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ فرما رہے ہیں۔ اور جب حضرت حلیمہ نے گود میں لیا تو آپ نے اس کا دایاں دودھ پی لیا مگر جب بایاں پلانے لگیں تو فابیٰ آپ نے انکار فرما دیا (زرقانی ج ۱ ص ۱۴۳)۔

پیدا ہوتے ہی خلاصۂ حقوق اللہ عبادت الٰہیہ اور اپنے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ کے حصۂ دودھ سے انکار فرما کر حقوق العباد و حقوق اللہ کی مکمل شناسائی کے شہنشاہ کو راہ گم کردہ و شریعت سے بے خبر لکھنا، حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی ہو سکتی ہے؟

علمائے اہل سنت کے نزدیک اس کا معنی ہے " محبت الٰہی میں گم، خود رفتہ " اور محرر سطور کی زبان میں یہ معنی بھی ہے۔ اور پایا تمہیں اپنی ذات میں مستور تو (بصورت تجلی) عالم خارج کی طرف راہ دی۔ و ھذا المعنی احلی عندی من العسل کما حققہ الشیخ الاکبر فی الفتوحات المکیۃ والشیخ السرھندی فی المکتوبات فی ذکر التجلیات یعنی عرفائے اہل سنت کے نزدیک چونکہ ذات ہمیشہ سے ہمیشہ تک باطن ہے تو اس کی شان ظاہر اس کی تجلیات سے صادر ہوئی ہے۔ ذات باطن کا اندرونی حسن مکمل طور تجلی اول نور و حقیقت محمدیہ سے باہر آیا ہے اور ووجدک ضالا فھدیٰ کی یہ توجیہ احسن التوجیہات ہے۔

ماہنامہ **المیزان** بمبئی

کا

امام احمد رضا نمبر

مجلسِ مشاورت

سید حسن مثنیٰ انور ایم۔ اے علیگ
سید عبدالکریم ہاشمی ایم۔ اے کارمائیکل
مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری
ڈاکٹر سید وحید اشرف ایم اے پی۔ ایچ ڈی
منظور حسین بہادری بی۔ اے علیگ

زرِ سالانہ	ہندوستان سے — بیس روپے غیر ممالک سے — چار پاؤنڈ	قیمت	عام شمارہ: — دو روپے امام احمد رضا نمبر: — پچیس روپے

مطبع:۔ اردو پریس زیر نگرانی اردو ٹائمز بمبئی

ایڈیٹر سے
دارالعلوم دیوان شاہ۔ اشرف نگر
درگاہ روڈ۔ بھیونڈی۔ تھانہ۔

خط و کتابت

منیجر سے
ماہنامہ "المیزان"
37/4 سانکلی اسٹریٹ جونی مسجد کمپاؤنڈ بمبئی ۸…

ضروری نوٹ:۔ امام احمد رضا نمبر کے مضامین شائع کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن تحریری اجازت لینا لازمی ہے ——— دسمبر

کے خلاف اور یہودیوں کے ساتھ تھے۔ آپ سلطان رکن الدین صالحی بندقداری بیبرس کے بڑے دشمن تھے جس نے عین جالوت کی سب سے بڑی جنگ میں صلیبیوں اور منگول تاتاریوں کی متحدہ فوجوں کو پہلی بار سب سے بھاری شکست دی ہے اور ان کے سیلاب کو توڑ دیا ہے۔ جب قاضی صاحب اور سلطان دمشق میں جھڑپ ہو گئی اور جمعہ کے خطبہ میں قاضی صاحب نے اسے فاسق اور فاجر کہا تو سلطان نے آپکو قید کیا۔ اس لئے بھی علماء نے شور مچایا اور وہابیوں نے احتجاج کے جلوس نکلے اور ساتھ ہی ساتھ عیسائی زعماء کا ایک وفد سلطان کے پاس آیا۔ اور قاضی صاحب کو رہا کر دینے کی درخواست کی' اس وفد نے یہ بھی کہا کہ۔ قاضی صاحب اتنے بڑے عالم ہیں کہ اگر آپ ہمارے پادری ہوتے تو ہم ان کے قدم دھو کر پانی پیتے۔" اس قاضی صاحب کے مسلک کا نام وہابی ازم ہے اس مذہب کا آخری امام ابن عبدالوہاب ہے۔ جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طریقت شیخ محمد حیات سندھی سے لیا ہے اور اس نے مدینے کے ۲۷ استادوں سے لیا ہے (شیخ احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث کی سند حاصل کی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے آپنے مدینے سے وہابی مذہب ہندستان میں لے آئے) ان ۲۷ محدثین کبار نے یہ طریقہ اپنے امام احمد ابن تیمیہ سے لیا ہے اس نے اپنے دادا تقی الدین تیمیہ سے اور اس نے اپنے شیخ قاضی عزالدین متوفی ۶۶۰ھ سے لیا ہے ———

جب ۶۵۴ھ میں عباسی خلیفہ مہدی بن منصور کی بنائی ہوئی مسجد نبوی پوری جل کر خاک ہو گئی۔ تو سلطان رکن الدین نے نئی مسجد تعمیر کی اور نبی ابوبکر اور عمر کی ٹوٹی ہوئی قبروں کو بنایا اور مزاروں کے حجرہ شریف کو سنوارا۔ اس پر سے قاضی عزالدین نے فتویٰ کیا کہ سلطان بیبرس قبر پرست اور مشرک ہے' چنانچہ سلطان اس قاضی سے بہت ڈرتا تھا۔ حالاں کہ صلیبی اور تاتاری فوجوں کے بڑے بڑے کمانڈر سلطان کے نام سے ڈرتے تھے۔ کیوں کہ آپ ہی معرکہ عین جالوت کے ہیرو ہیں۔ جب مصر میں قاضی صاحب وفات پائے اور آپ کا جنازہ سلطان کے قلعہ کے پاس سے گذرا جس میں مسلمانوں کے علاوہ' عیسائیوں کا بھی ہجوم تھا، تو سلطان نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ آج مجھے اطمینان ہوا ورنہ اگر یہ قاضی مسلمانوں کو حکم دیتے کہ بغاوت کرو تو میری حکومت کا خاتمہ ہوتا۔

اسی زمانہ سے مسجد نبوی کی زیارت گاہ ہونے کی حیثیت کے مسئلہ پر سے وہابیوں نے قاضی عزالدین کی جماعت نے حنفیوں سے بحث و جدل کا سلسلہ جاری کر دیا۔ کیونکہ وہابیوں نے دیکھا کہ سلطان بیبرس کی نئی مسجد نبوی میں ترکی حنفی زائرین مرد اور عورتوں کے بڑے بڑے ہجوم آتے ہیں۔ اور مزار مقدس کے پاس کھڑے ہو کر نبی سے توسل تشفع اور استغاثہ کرتے ہیں۔ اور مناجاتیں بھی کرتے ہیں۔ جو بقول ان کے مسجد نبوی ہی کے اندر واقع ہونیوالے شرک کے کام تھے، حالانکہ مسجد صرف صلاۃ یعنی پنجوقتہ نماز کے لئے ہے۔ اور دن رات کی صلاۃ یعنی درود پڑھتے رہنے کے لئے نہیں ہے جیسا کہ حنفی لوگ دھوم دھام سے کرتے رہتے تھے۔ حنفی علمائے عظام کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی سے توسل تشفیع اور استغاثہ کرنا ہر حال ہر زمان اور ہر مکان میں برحق ہے۔ یعنی آپ کی ولادت سے پہلے اور آپ کی حیات کے ہر دور میں (آپ کی حیات کا دور بقول ان علمائے عظام کہ ازل سے ہے۔ جو کم از کم پچاس ہزار کروڑ سال کی مدت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ میں رحمت کا مخفی خزانہ تھا اور اب مجھے پسند آیا ہے کہ میں اپنے آپکو ظاہر کروں۔)

اس زمانے سے آج تک ان ہی مسائل پر وہابیوں اور سنیوں کے مابین' عقائدی جنگ جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد رضا خان نے ۱۸۷۸ء میں حج سے واپس آنے کے بعد سے وہابیوں سے بڑی بھاری لڑائی کی مگر ۱۸۸۶ء کے بعد سے وہابیوں سے برسرِ پیکار رہنے کے بدلے حنفی مذہب کی حفاظت میں مصروف ہو گئے۔ مگر آپ کے تابعین کی ایک جماعت نے صرف وہابیوں سے لڑتے رہنا اپنا شعار بنا لیا۔ اور حنفی مذہب کے وقار اور اقتدار کے کاموں کو بڑھانے کے کاموں سے غافل رہی۔

البتہ ۱۳۰۰ھ تک نجدی وہابیوں کے مقابلہ میں ہندی وہابی محض نا سپتی وہابی تھے۔ مگر آج عرب کے وہابی نا سپتی ہو گئے ہیں' اور ہندی وہابی ۱۲۱۶ھ کے وہابیوں کیطرح نہایت ہی متعصب ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے سامنے دو سوال آتے ہیں۔

۱۔ عام ۱۴ کیرٹ ۱۴ کیرٹ اور ۱۴ کیرٹ وہابیوں کے متعلق یہ سوال آتا ہے کہ کیا مسلمانوں کے ۷۲ فرقوں میں شمار ہیں۔ اس کا جواب "ہاں" ہے۔

۲۔ کیا وہابی لوگ اہل سنت کے ساتھ ہیں؟ اس کا جواب "نفی" میں ہے کیوں کہ تاریخ شاہد ہے کہ وہابیوں اور انگریزوں میں ایک ہی شعار اور ایک ہی مقصد ہدف بر توحید یعنی اتفاق اور اتحاد قائم تھا، غالباً یہ توحید ۱۸۲۳ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس لئے ہم بول سکتے ہیں کہ وہابی ازم کوئی مستقل دین نہیں ہے بلکہ ایک فرقہ ہے جو سنیوں کے دشمنوں سے ملا ہوا ہے

۔ جو سنیوں کی قبر پرستی کی مذمت میں بہت کچھ بولتے ہیں۔ احمد رضا کو اس ملی بھگت کا علم تھا' اس لئے آپنے وہابیوں کی قبر پرستی کی مذمت کی رد میں کہ ولیوں کی قبروں کا عرس کرنا شرک ہے' سورہ الممتحنہ کی آخری آیت کی تفسیر پیش کر دی کہ اصحاب قبور سے مایوس ہونیوالے کافر ہیں' خصوصاً وہ لوگ جنھیں حضور کے مزار مبارک سے کوئی بھی فیض کی آس نہیں ہے۔ احمد رضا خان کی قرآن کی اس آیت کی دلیل کی رد میں کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ حضور کے مزار مبارک سے ہر طرح کی امیدیں وابستہ رکھیں' وہابیوں نے نبی کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ آپنے اپنے بستر مرگ پر یہ کہا ہے کہ اللہ کا غضب بڑا شدید ہے اس قوم پر جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد یعنی عبادت گاہ بنالیں۔ اس حدیث کے پیش نظر وہابیوں کے علمائے کبار نے لکھا ہے کہ سلطان بیبرس سلطان قلاؤن سلطان اشرف قائتبائی سلطان محمد الفاتح اور سب سے آخر میں سلطان عبدالمجید خان نے مسجد نبوی کو ہیکل دانیال اور جنوبی فرانس کے شہر لوربوز کے کنیسا کی طرح بنالیا ہے جہاں تین قبروں کے پاس رات دن قندیلیں اور بڑے بڑے بخوردان جلائے جاتے ہیں۔

یہ وہابی مذہب خفیہ طور پر دین اور سیاست کے سنگم کی مکاریوں سے ۱۷۲۵ء میں نجد سے ظاہر ہوا۔ اور ۱۸۵۰ء تک بڑی تیزی سے ہر طرف پھیلا اور اس قدر طاقتور ہو گیا کہ وہ پوری دنیا کے سنیوں پر غالب آیا۔ اور محدثات الامور کے

ابتدائیہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے اور نہ صرف پاک و ہند بلکہ علمائے حجاز نے بھی ان کی فضیلت علمی کا اعتراف کیا ہے، مگر اس سے پہلے علمی حلقوں میں ان کا صحیح تعارف نہیں کرایا گیا جس کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ طبقے کو ان کے بارے میں مکمل آگاہی نہیں تھی۔ ان حالات میں مخالفین کی طرف سے جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی رہیں وہ بڑی سرعت کے ساتھ پھیلتی چلی گئیں۔ اس طرح اعلیحضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر پردے پڑتے چلے گئے۔ چنانچہ ضرورت تھی کہ اعلیحضرت کی ایک سچی، صحیح، مستند، محقق، مدلل سوانح، جدید سوانحی تحقیقی اصولوں کے تحت لکھی جائے اور آپ کے علمی کارناموں کو زیادہ سے زیادہ منظر عام پر لایا جائے اسلوب بیان ایسا حقیقت پسندانہ ہونا چاہیئے کہ دوست و دشمن سب پڑھیں اور غور و فکر کریں۔ دوستوں کے لیے آب حیات ہو اور دشمنوں کے لیے تریاق۔ تند و تیز کی بجائے انتہائی شگفتہ، نرم اور عشق و مستی سے لبریز مثبت انداز ہو اور یہی "انوارِ رضا" کی اشاعت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

"انوار رضا" اعلیحضرت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر چند قیمتی تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں سے چند ایک یقیناً آپ کی نظر سے گزر چکے ہوں گے، لیکن بیشتر مضامین نئے ہیں جو یقیناً آپ کے ذوق کی تسکین کا سامان پیدا کریں گے اور پھر ان تمام مضامین کے مجموعہ سے اہل علم حضرات کے لیے اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ پر مزید کام کرنے کے لیے آسانی رہے گی۔ یہ کتاب اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر حرفِ آخر نہیں بلکہ حرف آغاز ہے۔

"انوارِ رضا" کی طباعت و اشاعت میں کافی احتیاط برتی گئی ہے اور اس کتاب کو ہر لحاظ سے پرکشش بنانے کی کوشش کی گئی ہے پھر بھی اگر کوئی کوتاہی سرزد ہوگئی ہو تو قارئین کرام اس کی نشاندہی کر دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا سدباب کر دیا جائے۔ مفید مشوروں کو شکریے کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

"انوار رضا" کی طباعت کے سلسلہ میں اگر ادارہ "المیزان"، بمبئی (بھارت) اور مرکزی مجلس رضا لاہور کا شکریہ ادا نہ کیا جائے تو یہ ناانصافی ہوگی کیونکہ بیشتر مضامین ماہنامہ "المیزان" سے ماخوذ ہیں۔ اس کے علاوہ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری سرپرست مرکزی مجلس رضا لاہور کا تعاون "انوار رضا" کی اشاعت میں نمایاں اہمیت رکھتا ہے۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز دونوں اداروں کے لیے تہہ دل سے مشکور ہے۔

(ادارہ)
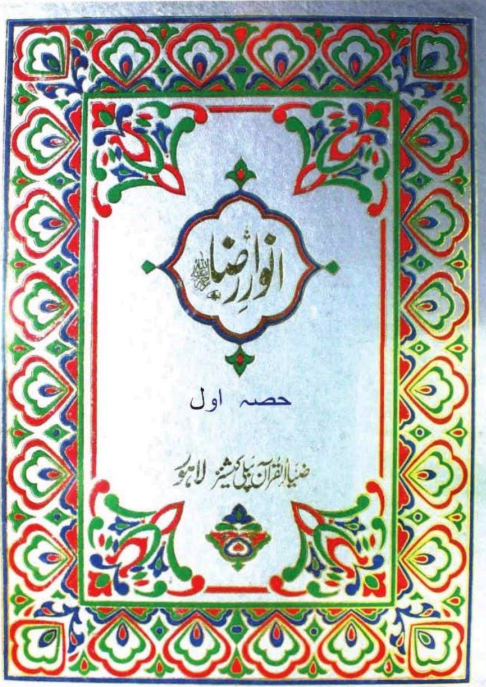
اس طرح عبدالوہاب اس کا دوسرا علم ہوگیا۔ اسی لئے خاتم المحققین حضرت ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اسے عبدالوہاب ہی سے یاد کیا ہے جیساکہ وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ردالمحتار جلد سوم ص۳۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں **اتباع عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد۔** عبدالوہاب کے متبعین نجد سے نکلے۔ لہذا آج بھی اگر کوئی شخص محمد بن عبدالوہاب کو عبدالوہاب سے یاد کرے تو اسے مجرم نہیں قرار دیا جائیگا اور اس کا نام عبدالوہاب پڑجانے ہی کی بنیاد پر اس کے جاری کئے ہوئے فرقہ کو وہابی کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ مگر جس طرح حنفی، شافعی اور رضوی وغیرہ میں نسبت ملحوظ ہے اس طرح وہابی میں نسبت ملحوظ نہیں بلکہ اب وہ نام ہے گستاخ رسول کا۔ جیسے کہ لوطی میں لوط علیہ السلام کی طرف نسبت ملحوظ نہیں بلکہ وہ نام ہے لواطت کرنے والے کا۔ وہابی، دیوبندی ہٹ دھرم اور بے حیا۔ بقول اپنے اگر ایک متبع سنت کی طرف منسوب کرنے سے خوش ہوتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ اللہ کے ایک نبی حضرت لوط علیہ السلام کی طرف نسبت کے سبب لوطی کہنے پر بدرجۂ اولیٰ خوش ہوں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی النبی الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۱۶ ربیع الآخر سنہ ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ حاجی ثابت علی چرمری ضلع سرگجا (ایم، پی)

زید نے اپنی عورت کے حمل ہونے کے بعد مشین سے چیک کروائے میں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ لڑکی ہے تو اسے گروا دیتے ہیں اور اگر لڑکا ہے تو اسے نہیں گرواتے ہیں۔ اس کے اوپر شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے گھر میں کھانا پینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کی پرورش میں دو

ثالثاً[۳۱۱] اصل بات یہ ہے کہ اِصْطِلَاحِ ائمّہ[۳۱۲] میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو، اِن میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً اجماعاً کافِر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافِر ہے۔ شِفاء شریف وبزّازیہ ودُرَرْ وغُرَرْ وفتاوٰی خَیْرِیَہ وغیرہا میں ہے:

اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ اِنْ شَاتَمَہٗ (ﷺ) کَافِرٌ وَمَنْ شَکَّ فِی عَذَابِہٖ وکُفُرِہٖ کَفَرَ۔

ترجمہ: ''تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس (ﷺ) کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافِر ہے اور جو اس کے مُعذَّب[۳۱۳] یا کافِر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافِر ہے۔'' مُجْمَعُ الْاَنْہُرْ ودُرِّمُخْتار میں ہے وَاللَّفْظُ لَہٗ۔

اَلْکَافِرُ بِسَبِّ نَبِیٍّ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ لَاتُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ مُطْلَقًا مَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَ کُفُرِہٖ کَفَرَ۔

ترجمہ: ''جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافِر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اسکے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافِر ہے۔''

الحمد للہ (عزوجل)! یہ نفسِ مسئلہ[۳۱۴] کا وہ گراں بہا جُزئِیَّہ[۳۱۵] ہے جس میں ان بدگویوں کے کفر پر اجماعِ تمام اُمت کی تصریح ہے[۳۱۶] اور یہ بھی کہ جو انہیں کافِر نہ جانے خود کافِر ہے۔

---

[۳۱۱] تیسری بات [۳۱۲] ائمہ علیہم الرحمۃ کی مخصوص، فنّی بول چال [۳۱۳] عذاب کے مستحق ہونے میں۔ [۳۱۴] زیرِنظر سوال۔ [۳۱۵] قیمتی اصول۔ قیمتی عبارت۔ [۳۱۶] وضاحت سے لکھا ہے کہ گستاخ رسول کا کافِر ہونا تمام امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔

۱۔ جو سیدِ عالم ﷺ کو گالی دے یا عیب لگائے یا ان کی شان میں ادنیٰ سی بھی کمی کرے، وہ کافر ہے۔

۲۔ جو کوئی ان کے کفریہ کلام کو دیکھ کر یا سن کر بھی انھیں کافر نہ مانے اور بہانے بنائے ان کی دوستی، استاذی، شاگردی کا لحاظ کرے، وہ بھی کافر ہے۔

۳۔ ان گستاخوں نے جو کچھ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب ﷺ کے بارے میں لکھا ہے، اس کے گستاخانہ ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔

۴۔ جو مکر و فریب اور بہانے بازی اور تاویلیں یہ پیش کرتے ہیں، اس کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بہانے بازی اور جھوٹی تاویلیں ان کے کفر کو نہیں مٹا سکتی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تصنیفِ لطیف میں مسلمانوں کے قلوب میں ایمان کی شرط عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت و فضیلتِ ارشاد فرماتے ہوئے قرآن پاک سے استدلال فرماتے ہوئے بکثرت آیتِ کریمہ تحریر فرمائیں، جن کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیتِ کریمہ تحریر فرمائی:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاۙ(۸) لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا(۹)

ترجمہ کنزالایمان: ”بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔“

(سورۃ فتح، آیت، ۸۔۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا اس کا خلاصا یہ ہے کہ مسلمانو! تمھارا مولیٰ تبارک و تعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے:

اوّل یہ کہ اللہ و رسول (عزوجل و ﷺ) پر ایمان لائیں۔

دوم یہ کہ رسول اللہ (ﷺ) کی تعظیم کریں۔

قیمت: 115 روپے

ملنے کا پتہ
شبیر برادرز
40 اردو بازار لاہور
Ph: 042-37246006 Mobile: 0321-9996263

پبلیشرز
تنظیم المدارس اہلسنت (پاکستان)
8-راوی پارک راوی روڈ لاہور پاکستان 7-042-37731045

ابتدائیہ

الحمد للہ! آج ہم ایک آزاد ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آزادی کا سانس لے رہے ہیں اس آزادی کے حصول کے لئے ہمارے بزرگوں نے کیا قربانیاں دیں اور کس طرح آگ وخون کے اس سمندر کو پار کر کے کامیابی کے اس ساحل سے ہمکنار ہوئے؟۔

پھر آزادی کے حصول کے بعد وطن عزیز میں کیا کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور اس پاک وطن کو اللہ تعالیٰ نے کن کن عظیم نعمتوں سے نوازا ہے؟

ان تمام باتوں سے آگاہی "مطالعہ پاکستان" سے حاصل ہوتی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ نئی نسل کو حقائق سے آگاہ کرنے کی بجائے جھوٹی تاریخ مرتب کی گئی اور وہ لوگ بالخصوص وہ علماء جو تحریک پاکستان کے مخالف تھے ان کو تحریک پاکستان کا ہیرو شمار کیا جانے لگا اور اہل سنت و جماعت جن کے ہاتھوں میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی اور حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا دامن کل بھی تھا اور آج بھی ہے اسی جماعت نے قائد اعظم اور علامہ اقبال کے ساتھ مل کر پاکستان بنایا مطالعہ پاکستان میں ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔

چنانچہ تنظیم المدارس اہل سنت کے ارباب اختیار نے ابتدائی کوشش کے طور پر یہ قدم اٹھایا کہ درجہ ثانویہ عامہ کے نصاب میں مطالعہ پاکستان کے سلسلے میں ایک ایسی کتاب شامل کی جائے جس میں حقائق کو منظر عام پر لایا جائے تا کہ نوجوان نسل یہ جان سکے کہ کون لوگ پاکستان بنانے والے ہیں اور کن لوگوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور جب یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہونے لگی تو چند افراد کو اس تحریک میں شامل کر دیا۔

تنظیم المدارس کے موجودہ صدر حضرت علامہ مفتی منیب الرحمٰن مدظلہ نے مجلس عاملہ کے اجلاس 30 نومبر 2013ء کے موقعہ پر راقم (محمد صدیق ہزاروی) کو مطالعہ پاکستان مرتب کرنے کا حکم فرمایا۔

الحمد للہ! راقم نے مجلس عاملہ کے دوسرے اجلاس 9 مئی 2014ء کو مرتب شدہ کتاب مجلس عاملہ کے سامنے رکھ دی اور مجلس عاملہ کے معزز ارکان نے اس کاوش کو پسند فرماتے ہوئے منظوری دے دی۔ جس پر راقم ان تمام معزز ارکان عاملہ کا ممنون ہے۔ اس کے بعد تنظیم المدارس کی نصابی کمیٹی کے چند معزز ممبران نے کچھ تجاویز پیش کیں جنہیں کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

میں اُن تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کچھ کتب مہیا کیں یا انٹرنیٹ سے معلومات حاصل کر کے راقم کی مدد کی۔ بالخصوص تنظیم المدارس کے صدر محترم جناب مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا شکر گزار ہوں جو راقم کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل کا باعث بنے اور تنظیم کے ناظم اعلیٰ حضرت صاحبزادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی زیدہ مجدہٗ میرے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری تنظیم کی طرف سے قبول کر کے راقم کے لئے کام آسان کر دیا۔

اللہ تعالیٰ تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ **آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین**

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازهری
استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور
وفاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆☆☆..........☆☆☆..........☆☆☆

اهداء

میں اپنی اس حقیری کوشش کو

اپنے مرشد گرامی غزالی زمان حضرت علامہ **سید احمد سعید کاظمی** رحمۃ اللہ علیہ

اپنے جملہ اساتذہ کرام بالخصوص

مخدوم اہل سنت شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی **محمد عبد القیوم ہزاروی** رحمۃ اللہ علیہ

ادیب اہل سنت، محقق العصر علامہ **محمد عبد الحکیم شرف قادری** رحمۃ اللہ علیہ

اور اپنے والد گرامی

استاذ العلماء حضرت مولانا **محمد عبد اللہ چھر ہوی** رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت عالیہ میں پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازهری
4 شعبان المعظم/3 جون 2014ء

☆☆☆..........☆☆☆..........☆☆☆

طلباء شہادۃ العامہ کے لئے تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق

مُطَالَعۂ پَاکسُتَان

مرتب

مفتی محمد صدیق ہزاروی

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

ابتدائیہ

الحمد للہ! آج ہم ایک آزاد ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آزادی کا سانس لے رہے ہیں اس آزادی کے حصول کے لئے ہمارے بزرگوں نے کیا قربانیاں دیں اور کس طرح آگ وخون کے اس سمندر کو پار کر کے کامیابی کے اس ساحل سے ہمکنار ہوئے؟۔

پھر آزادی کے حصول کے بعد وطن عزیز میں کیا کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور اس پاک وطن کو اللہ تعالیٰ نے کن کن عظیم نعمتوں سے نوازا ہے؟

ان تمام باتوں سے آگاہی ''مطالعہ پاکستان'' سے حاصل ہوتی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ نئی نسل کو حقائق سے آگاہ کرنے کی بجائے جھوٹی تاریخ مرتب کی گئی اور وہ لوگ بالخصوص وہ علماء جو تحریک پاکستان کے مخالف تھے ان کو تحریک پاکستان کا ہیرو شمار کیا جانے لگا اور اہل سنت وجماعت جن کے ہاتھوں میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی اور حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا دامن کل بھی تھا اور آج بھی ہے اسی جماعت نے قائد اعظم اور علامہ اقبال کے ساتھ مل کر پاکستان بنایا مطالعہ پاکستان میں ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔

چنانچہ تنظیم المدارس اہل سنت کے اربابِ اختیار نے ابتدائی کوشش کے طور پر یہ قدم اٹھایا کہ درجہ ثانویہ عامہ کے نصاب میں مطالعہ پاکستان کے سلسلے میں ایک ایسی کتاب شامل کی جائے جس میں حقائق کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ نوجوان نسل یہ جان سکے کہ کون لوگ پاکستان بنانے والے ہیں اور کن لوگوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور جب یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہونے لگی تو چند افراد کو اس تحریک میں شامل کر دیا۔

تنظیم المدارس کے موجودہ صدر حضرت علامہ مفتی منیب الرحمٰن مدظلہ نے مجلس عاملہ کے اجلاس 30 نومبر 2013ء کے موقعہ پر راقم (محمد صدیق ہزاروی) کو مطالعہ پاکستان مرتب کرنے کا حکم فرمایا۔

طلباء شہادۃ العامہ کے لئے تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق

مُطالعۂ پاکستان

مرتب

مفتی محمد صدیق ہزاروی

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

اصلاحی کاوشیں

جب برصغیر میں مسلم حکومت زوال پذیر ہورہی تھی اس وقت کئی مذہبی اور رُوحانی شخصیات نے اس درد کو محسوس کیا اور اصلاح امت کا بیڑا اٹھایا ان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1762ء) اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1824ء) اور انکے بھائیوں شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1817ء) اور شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1814ء) نے قرآن وسنت کی تعلیم کے ذریعے مسلمانوں میں اسلامی رُوح پھونکی۔

بنگال میں حاجی شریعت اللہ اور تیتو میر نے مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں کی دوہری غلامی سے نجات دلانے کا بیڑا اٹھایا ان کی کوششوں سے بنگال میں اسلامی اقدار کو فروغ ملا اور لوگ غیر اسلامی رسم ورواج کو ترک کر کے شریعت پر عمل کرنے لگے لاہور کے مسلمانوں نے سکھوں کے مقابلے کے لئے حیدری فوج قائم کی دیگر مقامات پر بھی مسلمانوں نے کسی حکمران کی قیادت کے بغیر غیر مسلموں کے تسلط سے بچنے کے لئے اپنی ہمت کے مطابق کوشش کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ 1703ء کو دہلی میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد علامہ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ایک ممتاز عالم اور صوفی بزرگ تھے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ سال کی عمر میں اکثر علوم دینیہ سے فراغت کے بعد اپنے والد کے مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور والدہ کی جانب سے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ 1731ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی اور 1732ء میں سرزمین حجاز سے واپسی پر تصانیف اور تدریس کا سلسلہ شروع کیا پھر تدریس اپنے شاگردوں کے حوالے کر کے تصانیف، اسلامی معاشرے کی اصلاح، اسلامی اقدار کے تحفظ

اور برصغیر میں غیر مسلم قوتوں کے خاتمے کی کوشش میں مصروف ہوگئے۔ 1762ء میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ ایک صحیح العقیدہ سنی عالم دین تھے اور آپ نے قرآن مجید کے فارسی ترجمہ اور حدیث شریف کے درس وتدریس کے ذریعے مسلمانوں کی اصلاح کا اہم کارنامہ انجام دیا۔

مسلمان سردار اور گورنر جب مرہٹوں کی گوشمالی نہ کر سکے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے خطوط کے ذریعے افغانستان کے بادشاہ احمد شاہ ابدالی کو اس بات کا قائل کیا کہ نادر شاہ کی طرح محض لوٹ مار کرنے اور خون بہانے کی بجائے اسے مرہٹوں اور ہندو جاٹوں کی سرکوبی کرنا چاہیے۔ جن کی آئے دن کی شرارتوں کی وجہ سے اسلامی حکومت خطرے سے دوچار ہے۔

چنانچہ 1761ء میں پانی پت کے تاریخی مقام پر احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں مرہٹوں کو شکست ہوئی اور اس کے نتیجے میں مرہٹوں میں وہ دم خم نہ رہا کہ وہ منظم طور پر پھر سے حملہ کر سکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مرہٹوں کے خلاف احمد شاہ ابدالی کو بلانے اور نجیب الدولہ کو شریک کرنے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشیں شامل تھیں اور پانی پت کا میدانِ کارزار حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا سجایا ہوا تھا۔ گویا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف مسلم سیاسی قیادت کو بچانے کی کوشش کی اور دوسری طرف اپنی مذہبی اور علمی تحریک کی بدولت مسلمانوں کی تہذیب، ان کی مذہبی، سماجی اور ثقافتی حالت کو سدھارنے میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی دو قومی نظریہ کے احیاء کی تحریک کو بھی زندہ رکھا۔

ہندو جارحیت کا آغاز

جب مسلمان حکمرانوں کی عیاشی اور اقتدار کی جنگ سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت بکھر گئی اور برصغیر میں مسلم حکومت کمزور پڑ گئی تو اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا ایک ہزار سالہ اقتدار کا سورج غروب ہونے لگا اور ہندو جو اَب تک مغلوب تھے سر اٹھانے لگے وہ طویل عرصہ تک حکومت سے محروم رہنے کی وجہ سے کاروباری

الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ

مولوی اسماعیل۔۔۔۔۔ چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا۔

(شمائم امدادیہ ص ۶۲ طبع ملتان، امداد المشتاق ص ۹۷ طبع لاہور)

تھانوی صاحب کی اس عبارت نے واضح کر دیا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے نظریات ان کے آباؤ واجداد کے عقائد ونظریات سے مختلف تھے۔تو گویا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ وغیرہم کے نظریات وہی تھے۔ جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

اور مولوی اسماعیل دہلوی نے کتاب تقویۃ الایمان وغیرہ میں انبیاء و اولیاء کی توہین وتنقیص کے ساتھ ساتھ پوری اُمت مسلمہ پر کفر وشرک کے فتووں کی بارش کی ہے۔اور یہ سب کچھ اس نے انگریز منحوس کے پٹھو ہونے کی وجہ سے کیا اس کی انگریز نوازی کے ٹھوس حوالہ جات اس کتاب کے باب انگریز نوازی میں درج کروں گا۔ یہ دیوبندیت وہابیت کی بنیاد تھی۔اس کے بعد دیگر دیوبندی علی، رشید گنگوہی قاسم نانوتوی خلیل سہارنپوری اشرف علی تھانوی وغیرہ اور مدرسہ دیوبند کے متعلقین کو انگریز منحوس نے دولت کے ایماء پر خریدا اس طرح الگ دین اسلام سے دیوبندی وہابی مذہب قائم ہو گیا۔

دیوبندی مذہب دین اسلام سے جُدا ہے

دیوبندی دھرم کے محدث تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ؛

ہمارے اکابر حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا۔اس کو مضبوطی سے تھام لو، اب قاسم ورشید پیدا ہونے سے رہے۔بس ان کی اتباع
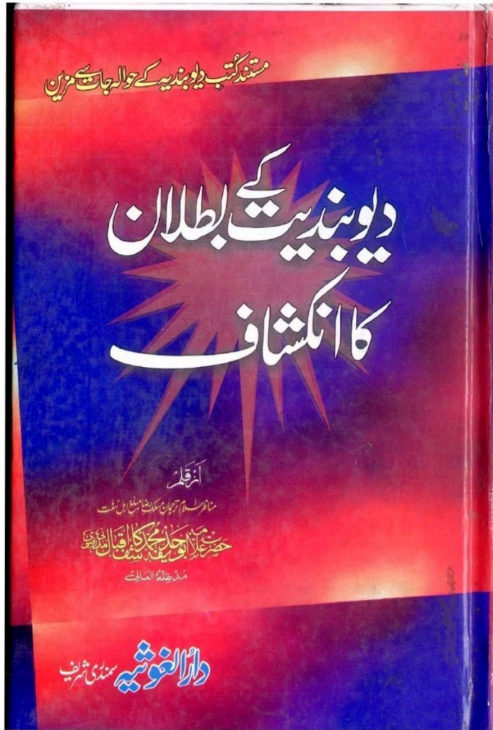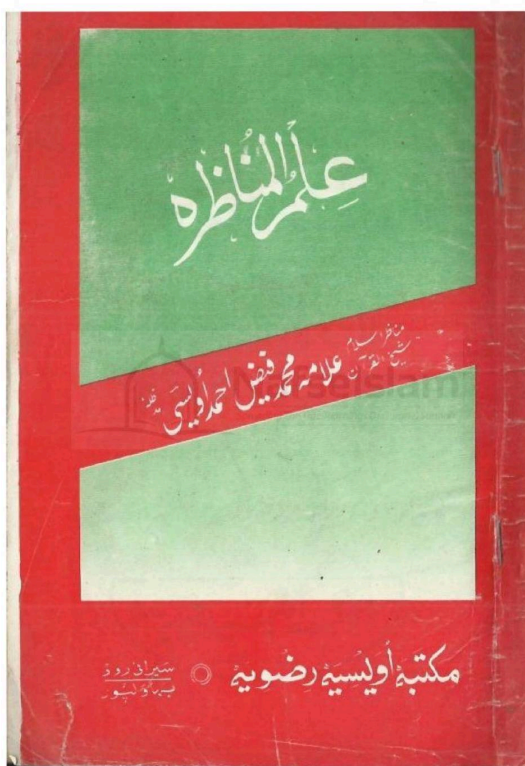
دوسرے سے طے کرلیں کہ کون کون سی کتب اور کن بزرگوں کے اقوال قابل قبول ہوں گے اور وہ کتب اور معتمد علیہ بزرگ کے حوالے فریقین کو مسلم ہوں گے۔ الحمد للہ ہم اہلسنت کو اسلاف صالحین کے حوالہ جات قابل قبول ہوتے ہیں لیکن مخالفین پر افسوس ہے کہ وہ اسلاف صالحین کے بہت سے بزرگوں کو مجدد اور استاد و مرشد[1] ماننے کے باوجود جب حوالے دکھائے جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہمیں صرف قرآن و حدیث چاہیئے۔ (جب قرآن و حدیث پیش کی تصریحات دکھائی جائے تو پھر وہی عادت بے ڈھنگی ....

آخری فیصلہ | اس قاعدہ کی توضیح میں حاشیہ رشیدیہ میں لکھا کہ

اذا لمناظر انما یکون مناظراً اذا کان غرضہ اظہار الصواب واحقاق الحق لان المناظرۃ توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہار الصواب ومن المعلوم ان طلب صحۃ النقل اذا کانت معلومۃ الیٰ ان قال اذا کانت صحۃ معلوماً ینفی ذالک الغرض اصلا فلا یعد مناظراً فی الاصطلاح

(فافہم)

---

[1] دیوبندی بریلوی نزاع کا حل آسان ہے اس لیے کہ جانبین امام ربانی سیدنا احمد سرہندی قدس سرہ کو مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو امام اور شاہ عبدالعزیز و شاہ عبدالحق محدث دہلوی کو مسلم امام و استاذ اور حاجی امداد اللہ فضلائے دیوبند کے مرشد اور علمائے بریلوی کے مسلم بزرگ ہیں انکی تصانیف صحیحہ کو حکم بنایا جائے حضرت مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ نے یہی فارمولا پیش کرکے دیوبندیوں اور بریلویوں کو عام دعوت پیش کی اور اخبارات میں بار بار اعلان شائع کیا بریلوی علمائے نے فوراً لبیک پکار دی اور فضلائے دیوبند تاحال نہ صرف خاموش بلکہ منکر ہیں۔

پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں۔ ایک دُوسرے کے جذبات کا احترام کریں اَور حتی الوسع ایک دُوسرے کے خلاف تنقید و تعریض سے اجتناب کریں بلکہ بیرُونِ پاکستان دُنیا میں جہاں کہیں بھی کے اِن کے معتقدین، متعلّقین، متوسّلین اَور حامیین موجُود ہوں سب کو ہدایت کردیں کہ وُہ بیرُونِ پاکستان بھی اسی جذبۂ اتحاد و تعاون کو قائم رکھیں اَور مقامی حکومتوں کے ساتھ مل کر ایک دُوسرے کو نقصان پہنچانے کی حماقت نہ کریں اَور پاکستان جیسی فضا بیرُونی ممالک میں بھی برقرار رکھیں۔

اِتحادِ ملّت کے چار نکات

نکتہ نمبر ا۔ پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ، شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلویؒ اَور شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ کے افکار و نظریات پر اصُولاً متفق ہیں۔ لہٰذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امُور اُن کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔

لُطف کی بات یہ ہے کہ اِن اکابر سے لے کر حضُورِ پُرنُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ تک ہمارا مرکزِ اطاعت ایک ہے۔ بریلوی اَور دیوبندی امامِ اعظم ابُو حنیفہؒ کے غیر مشروط مقلّد ہیں اَور دُوسرے ائمۂ عظّام کا پُورا احترام و اکرام کرتے ہیں۔ حنفی و اہل حدیث قرآن و حدیث و اصحابِ رسُول کے پیروکار ہیں، اَور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل کتاب و سُنّت اَور سلف صالحین کی اِتّباع سے حاصل نہ ہوسکے اَور اہلِ تشیّع کتاب و سُنّت کی آئینی، قانونی اَور ایمانی سیادت و قیادت سے انحراف نہیں کرسکتے۔

برِّصغیر میں مُسلمانوں کے اندر تشتّت و افتراق کا خوفناک پروگرام انگریزوں نے شروع کیا۔ پہلے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے حکومتِ انگلشیہ کی تائید حاصل کی۔ پھر ۱۸۶۹ء میں جہاد کا عقیدہ ختم کرنے کے لئے ایک خاص کمیشن بٹھایا جس نے رپورٹ پیش کی کہ ایک خود کاشتہ نبی کی وحی و الہام سے اِس عقیدہ کے خلاف فتویٰ لیا جائے اَور بعد میں ہم نوا کالے پادری (مسلمان مولوی) پیدا کئے جائیں۔ بہرحال مرزا غلام قادیانی اسی سازش کی پیداوار ہے۔ بعد ازاں انگریز نے جب دیکھا کہ چند بندگانِ حرص و آز اَور کاسہ لیسانِ فرنگ کے علاوہ اُمّتِ محمّدیہ کی اکثریّت نے نئے فتویٰ کو مسترد کردیا ہے تو انگریز نے

محکمۂ تعلیم کے بعض مولویوں کی خدمات حاصل کیں جنہوں نے عظمت و احترامِ رسالت کے خلاف ہرزہ سرائی کی اور بقول حضرت علّامہ اقبالؒ ؎

دُہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

"رُوحِ محمدؐ" یعنی جذبۂ عشق و اطاعتِ رسُول کو ختم کرنے کا پیغام ابلیس نے اپنے سیاسی فرزندوں کے نام دیا۔ بہرحال تاریخی اعتبار سے ملّت کے اندر یہ داخلی فتنہ و خلفشار انگریز کی آمد سے شروع ہو گیا تھا جب اس فتنہ کے آلۂ کار کالے پادری مرکھپ گئے تو ان کے جانشینوں نے انگریز کے سازشی پروگرام کو جاری رکھا اور ابھی تک "اُمتِ محمدیہؐ" ان خدمات سے نجات حاصل نہیں کر سکی۔ تاہم انگریز کی آمد سے قبل مسلمانوں کا تعارف اور اجماع جس ایک نام سے تھا وُہ اہل سنّت والجماعت ہے۔ تمام فرقہ وارانہ ناموں کو چھوڑ کر صرف اہل سنّت وجماعت کہلائیں۔ کیونکہ یہ نام بموجب ارشادِ نبوّت "فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین" اور "علیکم بالجماعۃ فانہ من شذّ شذ فی النار" خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے رکھ دیا ہے۔

نکتہ نمبر ۲۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی چشتی صابریؒ کی عظمت اور مرتبے کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ تمام اکابر علماء دیوبند بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں۔ برّصغیر یا عالمِ اسلام میں جس قدر اختلافی مسائل پائے جاتے ہیں سب کا جامع و مانع حل انہوں نے پیش کر دیا ہے۔ اگر تمام مکاتبِ فکر کے علماء اور متبعین حاجی صاحب کی تصنیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو حکم مان لیں تو فرقہ وارانہ اختلافات چشم زدن میں ختم ہو سکتے ہیں۔

نکتہ نمبر ۳۔ علماء دیوبند مولانا محمود حسن اسیرِ مالٹا، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبدالرحیم

ترجمہ:۔(۱) تم پر میری سُنّت کی اتباع فرض ہے اور میرے خُلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں کی اتّباع کرو۔
ترجمہ:۔(۲) تم پر جماعت کی پابندی فرض ہے جو جماعت سے الگ ہوا وُہ جہنّم میں گیا (یعنی خائب و خاسر ہو کر برباد ہوا)

دوسرے سے طے کر لیں کہ کون کون سی کتب اور کن بزرگوں کے اقوال قابل قبول ہوں گے اور وہ کتب اور معتمد علیہ بزرگ کے حوالے فریقین کو مسلم ہوں گے۔ الحمد للہ ہم اہلسنت کو اسلاف صالحین کے حوالہ جات قابل قبول ہوتے ہیں لیکن مخالفین پر افسوس ہے کہ وہ اسلاف صالحین کے بہت سے بزرگوں کو مجدد اور استاد و مرشد[1] ماننے کے باوجود جب حوالے دکھائے جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہمیں صرف قرآن و حدیث چاہیئے۔ اجب قرآن و حدیث ہیش کی تصریحات دکھائی جائے تو پھر وہی عادت بے ڈھنگی ....

آخری فیصلہ

اس قاعدہ کی توضیح میں حاشیہ رشیدیہ میں لکھا کہ

اذا المناظر انما یکون مناظراً اذا کان غرضہ اظہار الصواب واحقاق الحق لان المناظرۃ توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہار الصواب ومن المعلوم ان طلب صحۃ النقل اذا کانت معلومۃ الیٰ ان قال اذا کانت صحۃ معلوماً ینفی ذالک الغرض اصلا فلا یعد مناظراً فی الاصطلاح

(فافہم)

---

[1] دیوبندی بریلوی نزاع کا حل آسان ہے اس لیے کہ جانبین امام ربانی سیدنا احمد سرہندی قدس سرہ کو مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو امام اور شاہ عبدالعزیز و شاہ عبدالحق محدث دہلوی کو مسلم امام و استاذ اور حاجی امداد اللہ فضلائے دیوبند کے مرشد اور علمائے بریلوی کے مسلم بزرگ ہیں انکی تصانیف صحیحہ کو حکم بنایا جائے حضرت مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ نے یہی فارمولا پیش کر کے دیوبندیوں اور بریلویوں کو عام دعوت پیش کی اور اخبارات میں بار بار اعلان شائع کیا بریلوی علمائے نے فوراً لبیک پکار دی اور فضلائے دیوبند تا حال نہ صرف خاموش بلکہ منکر ہیں۔

پیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد رحمۃ اللہ علیہ اور وحدۃ الوجود

حضرت شیخ المشائخ ابو سعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو کہ پیر و مرشد ہیں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے آپ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

> اور تحقیق وجود واحد ہے اور لباس (صورتیں) مختلف رنگا رنگ ہیں اور وہ وجود تمام موجودات کی حقیقت اور ان کا باطن ہے اور تمام کائنات اس وجود سے خالی نہیں ہے۔[1]

نظریہ وحدۃ الوجود اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ سوائے شیعہ کے تمام مسالک کی متفقہ شخصیت ہیں۔ دیوبندی حضرات میں سے کسی فرد واحد کو بھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی و عملی کا انکار نہیں ہے، جبکہ غیر مقلدین حضرات کے اکابرین بھی شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بھرپور اعتماد کرتے ہیں۔[2]

---

(1) تحفہ مرسلہ صفحہ 14

(2) مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کی مستند کتب سے چند حوالے ذکر کر دیئے جائیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بھی مسلمہ بزرگ ہیں:
فتاوٰی ثنائیہ جلد اول صفحہ 412 غیر مقلدین کے مناظر اعظم ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں کہ غیر مقلدین شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سلسلے کے لوگ ہیں نیز جلد ثانی ص 68 پر لکھتے ہیں: جو شخص شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔
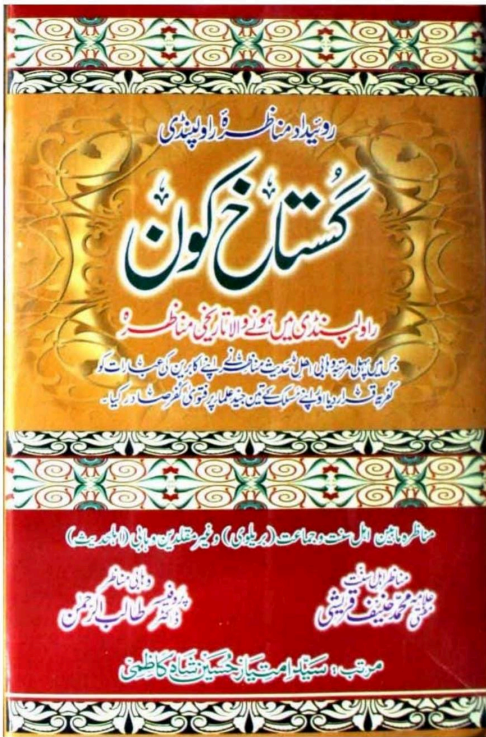
دیکھو روشن ضمیر ہیں سارے ہمارے مخفیات ان پر آئینہ ہوتے جا رہے ہیں۔ صاحب کشف و کرامت ان سے بڑھ کر کون ہوگا خیر اس وقت تو بڑا گہرا اثر اس غیب دانی اور کشف صدر کا لے کر اٹھا۔ (حکیم الامت صفحہ نمبر **33**)

اب اپنے دریا آبادی کو کس کھاتے میں رکھو گے کیا حضور علیہ السلام کو غیب داں جاننا کفر ہے اور تھانوی صاحب کے بارے میں یہی عقیدہ درست ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں **یعنی باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ اومطلع است بنور نبوت بررتبہ ہر متدین بدین خود کہ درکدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجاب کہ بداں ازترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومے شناسد گناھان شمار اودرجات ایمان شمار اواعمال نیك و بدشمار او اخلاص و نفاق شمارا ولھذا شھادت اودردنیا و آخرت بحکم شرع درحق امت مقبول و واجب العمل است۔**

ترجمہ: یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے اس رتبہ پر مطلع ہیں کہ جس تک وہ پہنچا ہوا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور حجاب سے بھی واقف ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ ترقی سے رکا ہوا ہے تو حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں اور تمہارے درجات ایمان کو اور تمہارے نیک اور بد اعمال اور تمہارے اخلاص و نفاق کو جانتے ہیں اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت دنیا و آخرت میں بحکم شرع قبول اور واجب العمل ہے۔ (تفسیر عزیزی جلد **1** صفحہ نمبر **518**)

اب خاتم المفسرین والمحدثین کا بھی وہی نظریہ ثابت ہو گیا جو اہلسنت کا ہے اگر جرات ہے تو ان پر بھی فتویٰ لگائیے۔ اسی مضمون کی عبارت روح البیان کی بھی ہے چونکہ علامہ اسماعیل حقی کو صوفی وغیرہ کہہ کر مولوی سرفراز صاحب مذاق اڑاتے ہیں اس لئے ان کی عبارت درج
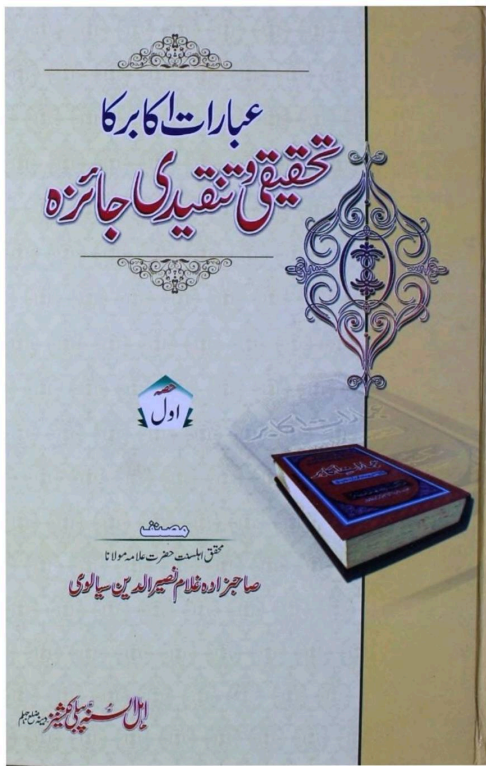
فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(اگر تم خود نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھو)

اَلْاِفَاضَاتُ السنیئہ

اَلْمُلَقَّبُ بِهٖ

فتاویٰ مہریہ

مجدّدِ دین وملّت، فاتحِ قادیانیّت حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی قدس سرۂ العزیز

باایماء

حضرت پیر سیّد غلام محی الدین گیلانی قدس سرۂ العزیز

باہتمام

حضرت پیر سیّد غلام معین الدین گیلانی قدس سرۂ العزیز

حضرت پیر سیّد شاہ عبد الحق گیلانی مدظلہ العالی

سجادہ نشین گولڑہ شریف

سا قرینہ ہے۔ مولانا مرحوم نے آنجنابؒ کی طرف دیکھا۔ آپؒ نے فوراً فرمایا کہ یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مشتق پر حکم کیا جاتا ہے تو اس کا مصدر حکم کی علت ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں حضرت سعدؓ کی سیادت اور سرداری قیام کی علت ہوگی۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ کا مقصد حضرت سعدؓ کی تعظیم کرانا تھا۔ آپؒ کے اس طرزِ استدلال کو سن کر سائل خاموش ہوگیا اور شیخ الحدیثؒ بہت ہی خوش ہوئے۔ چونکہ مولانا (آپ کا سلسلۂ اساتذہ تین واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہؒ تک پہنچتا تھا آپ نہ دیوبندی تھے اور نہ ہی آپؒ کے اساتذہ میں کوئی دیوبندی تھا) کے حلقۂ درس میں اہلحدیث طبقہ کافی ہوتا تھا۔ اس لیے مسائلِ اختلافیہ پر بارہا گفتگو ہو جاتی تھی۔ آنجنابؒ انہیں ایسے دندان شکن جواب دیتے کہ پھر اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہ جاتی۔ ان کمالات کو دیکھ کر ایک دن مولانا نے آپؒ کی اپنے مقام پر دعوت فرمائی اور بعد فراغت سندِ حدیث لکھ کر فرمایا کہ آپؒ کو زیادہ پڑھنے کی ضرورت نہیں اپنے وطن تشریف لے جایئے اور خلقِ خدا کو مستفیض فرمایئے۔ چنانچہ آپؒ ۱۸۷۷ء میں تقریباً بیس اکیس سال کی عمر میں علومِ متداولہ سے فارغ ہوکر مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور اپنے آبائی قصبہ گولڑہ شریف میں کافی خلقِ خدا کو علم وعرفان کی نعمت سے مالا مال فرمایا۔

جذب وسلوک اور خلافت :۔

قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اکتسابِ علومِ ظاہرہ کے ساتھ علومِ باطنہ کی طرف بھی آپؒ کی پوری توجہ رہی۔ سرکارِ ولایت حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیّدنا غوثِ اعظمؒ کے ارواحِ طیبہ سے بلا واسطہ مستفیض ہونے کا تذکرہ متعدد مقامات پر آپؒ کی کلامِ منظوم میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں حسبِ قواعدِ طریقت سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور شیخ الوقت حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ اور اپنے خاندان کے ایک مشہور بزرگ حضرت پیر فضل الدین شاہ قادری گیلانیؒ سے آنجنابؒ کو بیعت وارشاد وتلقین وتربیتِ خلق اللہ کی اجازت حاصل ہوئی۔ اور ان ارواحِ طیبہ کی عنایات اور توجہات کے ساتھ ساتھ جس قدر ریاضات ومجاہدات آنجنابؒ نے کیے بلا ریب قرونِ سابقہ کے بزرگانِ دین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ مہینوں کے مہینے مختلف پہاڑوں اور جنگلات میں بسر کر کے مالوفاتِ طبعیہ سے کنارہ کش رہنا آنجنابؒ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ آخر عمر میں جبکہ عالمِ استغراق میں متواتر کئی سال سے غذا وغیرہ کو باقاعدہ استعمال فرمانے سے کافی حد تک احتراز فرما لیا تھا اور بعض اطبا نے حقیقتِ حال سے ناواقفیت کی بناء پر یہ وجہ بیان کی کہ آپؒ کی کمزوری قلتِ غذا کے سبب

غوث الاسلام والمسلمین حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز

ماہِ شریعت مہرِ طریقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی ابن حضرت مولانا پیر سید نذر الدین شاہ قدس سرہما یکم رمضان المبارک (۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء) بروز سوموار گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے[۱] آپ کا سلسلۂ نسب ۲۵ واسطوں سے حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ۳۶ واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے[۲]

قرآن مجید پڑھنے کے بعد مولانا غلام محی الدین ہزاروی سے کافیہ تک کتابیں پڑھیں، پھر بھوئی ضلع راولپنڈی میں مولانا محمد شفیع قریشی کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور نحو و اصول کی متوسط کتب کے علاوہ منطق میں قطبی پڑھی، بعد ازاں اکثر و بیشتر کتب انگہ ضلع سرگودھا میں مولانا سلطان محمود (مرید خاص حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ) سے پڑھیں اور کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت مولانا احمد حسن کانپوری سفرِ حرمین طیبین کے لئے تیار تھے، اس لئے آپ نے استاذ الکل مولانا لطف اللہ علیگڑھی کی خدمت میں حاضر ہو کر معقول اور ریاضی کی کتبِ عالیہ کا درس لیا۔ مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری سے درسِ حدیث لیا اور ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں سندِ حدیث حاصل کی[۳] سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے[۴]

۱ے فیض احمد، مولانا: مہرِ منیر، ص ۶۱

۲ے ایضاً ص ۳

۳ے ایضاً ص ۶۵-۸۱

۴ے ایضاً ص ۹۳-۹۵

کر کے دعا کرے۔ ''یا حضور غوث اعظم! مجھے لڑکا ہوا تو حضور (غوث اعظم) کی غلامی میں دے دوں گا اور اس کا نام غلام محی الدین رکھوں گا''۔ اس کے بعد یقین رکھے کہ لڑکا ہی ہوگا۔ ان شاء اللہ جب لڑکا ہو تو وہ دھاگے ماں کی کمر سے کھول کر بچے کے گلے میں ڈال دے، بچے کی ہر سالگرہ پر ایک روپیہ ایک ڈبے میں ڈالتے رہیں جب بچہ گیارہ سال کا ہو جائے تو ان گیارہ روپیوں کی شیرینی یا اس میں جتنا چاہے اور روپے ملا کر نیاز دلائے اور ان دھاگوں کو کسی محفوظ جگہ دفن کر دے۔

(شمع شبستان رضا ج ۱ ص ۲۶)

2) ''فتاویٰ شمس الدین بخاری'' میں ہے۔ حضرت ابو شعیب حرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام عطا رحمۃ اللہ علیہ (جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں) سے روایت کیا ہے کہ ''جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ اپنی عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے۔

ان کان ذکراً فقد سمیته محمداً

ترجمہ اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام ''محمد'' رکھا۔

جب لڑکا پیدا ہو جائے تو اس کا نام ''محمد'' رکھے۔ (احکام شریعت ج ۱ ص ۸۳)

3) حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔ ''جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو تو اس کے پیٹ پر اس کا شوہر ستر بار انگلی سے گول دائرہ بنائے ہر دائرہ کے ساتھ ''یا متین'' کہے۔ (القول الجمیل ص ۱۴۸)

4) جو عورت حاملہ ہو اس کے پیٹ پر صبح کے وقت اس کا شوہر انیس مرتبہ ''المبدی'' شہادت کی انگلی سے لکھے تو بفضلہٖ تعالیٰ حمل گرنے کا خوف جاتا رہے گا۔ اور جس کا حمل دیر تک رہے یعنی نو مہینے سے زیادہ گزر جائے تو اس عورت کے پیٹ پر لکھنے سے جلد لڑکا پیدا ہوگا۔ (وظائف رضویہ ص ۲۲۰)

مجھے شیطان پر غلبہ دے۔

(المقالات الوفیہ)

۳۶-مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ ہمزیہ میں اس طرح استغاثہ فرماتے ہیں:-

رسول الله یا خیر البرایا
نوالك ابتغی یوم القضاء
اذا ما حل خطب مدلھم
فانت الحصن من کل البلاء
الیك توجھی وبك استنادی
وفیك مطامعی وبك ارتجائی

اے اللہ کے رسول اے تمام خلق سے بہتر قیامت کے دن میں آپ کی عطا و بخشش چاہتا ہوں۔ جب کوئی سخت مصیبت پیش آئے تو حضور ہی ہر بلا کے بچاؤ کے لیے قلعہ ہیں۔ حضور ہی کی طرف میری توجہ ہے اور حضور ہی میرا سہارا ہیں اور حضور ہی سے بھلائی کی طمع اور حضور ہی سے امید ہے۔

۳۷-مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے قصیدہ اطیب النغم کی تضمین میں یوں فرماتے ہیں:-

مداروجود الکون في کل لحظة
ومفتاح باب الجودفي کل عسرة
ومتمسك الملھوف في کل شدة
ومعتصم المکروب فی کل غمرة
ومنتجع الغفران من کل تائب
الیك قد العین حین ضراعته

آپ ہر لحظہ وجود عالم کے دارومدار ہیں اور ہر مشکل میں سخاوت کے دروازے کی کنجی ہیں۔ اور ہر شدت میں پریشان بے قرار کی پناہ ہیں۔ اور ہر مصیبت میں آفت رسیدہ کا سہارا ہیں۔ اور ہر ایک توبہ کرنے والے کیلئے بخشش کا وسیلہ ہیں خشوع و خضوع کے وقت آپ ہی کی طرف آنکھ اٹھتی ہے۔

۳۸-استاد کبیر شیخ حمد اللہ شبراوی مصری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت یوں عرض کرتے ہیں:-

یارسول الله انی مذنب
ومن الجود قبول المذنب
یا نبی الله مالی حیلة
غیر حبی لك یا خیر نبی

یارسول اللہ! میں گنہگار ہوں۔ گنہگار کی عرض کا قبول کرنا جود و کرم ہے۔ یا نبی اللہ یا سیّد الانبیاء آپ کی محبت کے سوا میرا کوئی حیلہ نہیں میرا اندوہ غم بڑا ہے۔ مجھے آپ سے امید ہے۔ اے

فخرِ اہلِ سنّت حضرت مولانا علامہ محمد نور بخش توکلی قدس سرہ

مولانا نور بخش توکلی ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء میں کوچک تھاضیاں ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علماء سے حاصل کی اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا، علوم دینیہ سے والہانہ محبت کا عالم یہ تھا کہ میونسپل بورڈ کالج کے پروفیسر ہونے کے باوجود مولانا غلام رسول قاسمی امرتسری کے پاس حاضر ہوتے اور طلباء کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس لیتے۔

جن دنوں آپ محمڈن سکول انبالہ کے ہیڈ ماسٹر تھے حضرت خواجہ توکل شاہ رحمہ اللہ تعالےٰ (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا مرحوم سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ آپ ہی کی مساعیٔ جمیلہ سے متحدہ ہند و پاک میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی۔

آپ ایک عرصہ تک جامعہ نعمانیہ لاہور کے ناظمِ تعلیمات رہے اور اس کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ کالج کے شعبۂ عربی کے پروفیسر بھی رہے۔ کچھ مدت کے بعد کالج سے مستعفی ہو گئے، حضرتِ علامہ نے تصانیف کا قابلِ قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ (امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر روافض اور غیر مقلدین کے اعتراضات کا جواب)

۲۔ سیرتِ رسولِ عربی

۳۔ تحفۂ شیعہ، دو جلد (ردِّ شیعہ)

۴۔ سیرتِ غوثِ اعظم

۵۔ شرح قصیدہ بردہ عربی

۶۔ 〃 〃 〃 اردو

۷۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ

سوانح اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرتبہ

بدر الدین احمد قادری رضوی گورکھپوری

JILANI BOOK DEPOT

جیلانی بکڈپو 1229/ چوڑی والان جامع مسجد دہلی 6

کردیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں۔ آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت سید احمد قافلے کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پاکر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا۔ تیار کرانے کے بعد لایا ہوں۔ سیّد صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کرلیا جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کردیا گیا اور (وہ) انگریز دو تین گھنٹے ٹھہر کر چلا گیا۔"

انگریز بہادر کا تین دن سے انتظار کرنا اور پھر سید احمد اور ان کے لشکر کے لیے راشن کا انتظام کرنا، صاف بتا رہا ہے کہ سید احمد صاحب کا انگریزوں سے ساز باز تھا اور یہ لشکر انگریزوں ہی کی حمایت میں لڑنے کے لیے جا رہا تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ وہابیوں کے پیشوا سید احمد صاحب رائے بریلوی انگریزوں کے آلۂ کار، معتمد علیہ ایجنٹ، بے نظیر خدمت گزار اور وفادار غلام تھے۔

انگریز کا وفادار سپاہی

دیوبندیوں کے پیشوائے اوّل جناب مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے نیز سید احمد رائے بریلوی کے مرید تھے۔ اپنے پیر میاں کی طرح مولوی اسمٰعیل دہلوی نے انگریزی سلطنت کا قدم جمانے میں جس وفاداری کا ثبوت دیا ہے وہ انھیں کا حصہ تھا۔ وہابیوں کی کتاب "تواریخ عجیبہ" پر ہے کہ

"یہ بھی روایت صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں ایک روز مولانا اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار (انگریزی) پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔"

حیاتِ طیبہ، ص ۲۹۶ میں ہے کہ

یں۔

زندگی کا ایک اہم ترین واقعہ ہوتا اور ضرور خایع کیا جاتا تو سب کر اون کی تھانویت سے توبہ اور رجوع ثابت ہیں اور تھانویت میں غلو کا اہم ثبوت دیکھئے اور تھانوی پر اہلسنت کے علمائے کرام حرمین طیبین وعرب وعجم کا یہ متفقہ فتویٰ ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اوس کے کفر و عذاب مین شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس سے تھانوی کے چیلے مظہر الدین کا کفر واضح اور ظاہر اور کسی کافر کو رحمۃ اللہ تعالے علیہ کہنا اوس کی مغفرت کی دعا کرنا اوسے شہید ملت کہکر شہدائے کرام کا مرتبہ دینا ضروریات دین کا انکار اور قرآن عظیم کی صریح تکذیب شدید ہے اور یہ سب یقینا قطعا کفر ہے اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشیگا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے اعلام امام ابن حجر مکی میں ہے اعلم ان الدعاء ینقسم الی کفر وحرام وغیرھما فمنہ ان یسئل نفی ما دل السمع القاطع علی ثبوتہ کا للھم لا تعذب من کفر بک او اغفر لہ او لا تخلد فلانا الکافر فی النار لان ذلک طلب تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبر بہ وھو کفر حاصل ترجمہ یہ کہ دعا کفر وحرام وغیرہ کی طرف منقسم ہے پس اون دعاؤں میں سے جو کفر ہیں یہ ہے کہ جس کے ثبوت پر قطعی دلیل شرعی دال ہے اوس کی نفی کی دعا کرے جیسے یہ دعا کرے اے اللہ جس نے تجھ سے کفر کیا اوسے عذاب مت کر یا اوسے بخشدے یا فلانے کافر کو ہمیشہ جہنم مین مت رکھ اس لئے کہ یہ طلب کرنا ہے اللہ تعالے کے جھوٹے ہونے کو اوس مین جس کی اوس نے خبر دی اور یہ کفر ہے غنیۃ الطالبین شریف میں فرمایا لا یکاثروا ولا یجالسوا ولا یسلم علیھم ولا یصلی علیھم اذا ماتوا ولا یترحم علیھم اذا ذکروا بدمذہبوں کی مجلس مین جا کر ان کی گنتی نہ بڑھائے مرجائیں تو ان پر نماز نہ پڑھے اون کا ذکر آئے تو اون کے لئے دعائے رحمت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرحوم وغیرہ) نہ کرے اعلیحضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے الطاری الداری میں فرمایا مرتدین کی فاتحہ خوانی کفر ہے۔

(۴) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لیگ نے اب تک جو کچھ کارنامے کئے ہیں وہ بالکل حق بجانب ہیں اون کو لازم ہے کہ وہ لیگ کے ابتک کے سب کارناموں کی مفصل فہرست پیش کریں تو تفصیلا ہر ایک کی نسبت دیکھا اور بتایا جائے کہ اونہیں سے کتنے کس حد تک حق بجانب ہیں مجرد زبانی بات جسقدر قابل التفات ہو سکتی ہے ظاہر ہے اس لئے تفصیلی بات چیت تو لیگ کے ہمنواؤں کی طرف سے لیگ کے جملہ کارناموں کی فہرست کی پیشی پر موقوف رکھتے ہوئے سردست ہم لیگ کے کارناموں کی حقیقت اصولا کھول دینے کے لئے اسقدر بتانا چاہتے ہیں کہ آخر لیگ کے جو کچھ کارنامے ہوں گے وہ سب اون مقاصد کے تحت میں ہوں گے جن کو لیکر لیگ اوٹھی اور جن کے لئے لیگ بنی ہے اس لئے کہ ہر جماعت کے جو کچھ کارنامے ہوتے ہیں۔ وہ سب اپنے مقاصد واصول

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو

الحمد للہ یہ مبارک فتویٰ جس مین مسلمانوں کے مصائب حاضرہ کے سچے صحیح اور بعونہ تعالے یقینا نافع وکامیاب علاج کا نفیس بیان اور بدمذہبوں بیدینوں کی معجون مرکب لیگ کی بطالتوں اور ہلاکتوں کا شرعی نقطہ نظر سے واضح تبیان ہے۔ مسمی بنام تاریخی

مسلم لیگ کی زرین بخیہ دری

۱۳۵۸ھ

ملقب بلقب تاریخی

احکام شریعت بر سر زبانی لیگ اہل بدعت

۱۹۳۹ء

فقیر حقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہری عفی عنہ خادم سجادہ عالیہ، غوثیہ، برکاتیہ مارہرہ نے لکھا

حسب فرمائش محب سنت جناب سیٹھ حاجی اسمٰعیل حاجی صدیق صاحب اوصی قادری ودیگر اراکین جماعت مبارکہ اہلسنت مارہرہ

سدرشن پریس ایٹہ میں طبع ہو کر

دفتر جماعت اہلسنت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ سے شائع ہوا

(نظر ثانی شدہ)

مطالعہ پاکستان (لازمی)

کوڈ نمبر 9402/5438/417 بی اے / بی ایڈ / اے ڈی / بی ایس یونٹ 1-9

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

5.4- سید احمد شہیدؒ

سید احمد شہید رائے بریلی* میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے چھوٹی عمر میں ہی اپنا وطن چھوڑ دیا اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے شاہ عبدالقادر کی نگرانی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے دلی آ گئے۔ انہوں نے اپنی تعلیم وہاں مکمل کی اور اس دور کے سب سے بڑے عالم دین شاہ عبدالعزیز کے مریدوں میں ان کا نام درج کر لیا گیا۔ غالباً انہی کے ایماء پر انہوں نے دہلی کی سکونت ترک کردی اور ٹونک جا کر امیر خان (والی ٹونک) کی ملازمت اختیار کی۔ 1817ء کے بعد جب امیر خان کے فوجی دستوں کو توڑ دیا گیا وہ دہلی واپس آ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے مرید بنانے شروع کیے جن میں سے دو بہت مشہور ہیں ایک مولوی محمد اسمٰعیل جنہیں عام طور پر شاہ اسمٰعیل شہید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور دوسرے شاہ عبدالعزیز کے داماد مولوی عبدالحی۔ 1820ء میں سید احمدؒ تحریک کے لیے معاونت حاصل کرنے کی غرض سے دہلی سے روانہ ہوئے وہ پہلے سہارنپور گئے اور پھر رام پور اور وہاں سے کلکتہ کی طرف روانہ ہوئے پٹنہ میں بڑی تعداد میں لوگ ان کے مرید ہوئے اور اس سے آگے ان کا سفر گویا سراپا فتح و ظفر تھا۔ 1822ء میں وہ مکہ مکرمہ کے سفر پر گئے اور (حج کے بعد) دہلی پہنچے جہاں سے وہ ایک بڑی جمعیت کے ہمراہ سندھ کے راستے افغانستان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ سکھوں کے خلاف جہاد آزادی شروع کیا جائے۔ یوسف زئی قبیلے کے افغانوں نے جنہیں خود بھی سکھوں سے حساب چکانا تھا ان کا خیر مقدم کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اتر پردیش (صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ) بنگال اور بہار سے کافی رضا کار بھی دستیاب ہوئے اور روپیہ بھی فراہم ہوا۔ رضا کاروں اور روپے کی فراہمی ان کی شاندار تنظیم کی بدولت ہوئی۔ ابتدائی پسپائیوں کے بعد جو زیادہ تر یوسف زئیوں کی سرد مہری کے باعث ہوئیں، 1830ء میں پشاور کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تاہم اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد وہ پشاور کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے۔

1831ء میں انہیں اور ان کے پیروؤں کو بالاکوٹ کے مقام پر سکھ فوج کے ہاتھوں شکست ہوئی اور سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید میدان جنگ میں کام آئے۔ اُن کی مہم عسکری اعتبار سے ناکام ہوئی جس کے بڑے سبب مجاہدین کے درمیان رابطے کی کمی اور پٹھانوں پر سختی سے شرعی قوانین کا نفاذ تھے جبکہ وہ لوگ باقاعدہ حکومت کے عادی نہ تھے اور ان کے اندر ذاتی اغراض اور مفاد بھی کام کر رہے تھے** لیکن وہ آگ جو سید احمد شہیدؒ نے روشن کی تھی ساٹھ سال سے بھی زیادہ عرصے تک اہل برطانیہ کے لیے تشویش کا باعث بنی رہی۔ ان کی وفات کے بعد مولوی ولایت اور مولوی عنایت علی نے تحریک کی قیادت کو سنبھال لیا اور سید احمد

---

* شمالی ہندوستان میں ایک شہر۔

** امر واقعہ یہ ہے کہ مجاہدین دینی معاملات میں پرجوش تھے اور پٹھانوں کے اندر بیواؤں کے نکاح ثانی کے متعلق کراہیت پائی جاتی تھی تاہم سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ دشمن بہت چالاک اور عیار تھے اور انہوں نے مجاہدین کو وہابی اور تحریک جہاد کو تحریک وہابیت مشہور کر کے پٹھانوں کو ان کے خلاف بھڑکا دیا تھا۔

قسم کی کوئی چیز تھا'' اس واقعہ کے ظہور میں آنے کے بعد شاہ ولی اللہ کے لیے اور جانشین شاہ عبدالعزیز نے:

''ایک تحریک کا آغاز کیا تا کہ بھرپور عمل کے ذریعے کوشش کی جائے کہ ہندوستان میں اسلام کے دینوی زوال کی صورت میں ختم کی جا سکے۔''

شاہ ولی اللہ کے چار بیٹے شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی تھے۔ شاہ عبدالعزیز کو جو سب سے بڑے تھے اس تحریک کا قائد تسلیم کیا گیا۔ تحریک کو مقبول عوام بنانے کے لیے شاہ عبدالعزیز کارکنوں کی ایک ایسی جماعت تیار کرنے کے کام میں لگ گئے جس کے توسط سے اصلاحات کے کام کو پوری لگن کے ساتھ سرانجام دیا جا سکے۔ اوپر کا حکومتی طبقہ اچھی قیادت فراہم کرنے میں ناکام ہو گیا تھا جو امت مسلمہ کی یکجہتی کے لیے ضروری تھا۔ اس خلا کو پر کرنے کے لیے شاہ ولی اللہ کے پیروکار آگے آئے۔ شاہ عبدالعزیز نے ایک تاریخی فتویٰ جاری کیا جس کی رو سے ان علاقوں کو جن پر غیر مسلموں کا تصرف تھا دارالحرب قرار دیا۔

''جب کفار کسی مسلمان ملک پر مسلط ہو جائیں اور ملک کے مسلمانوں اور دوسرے قریبی اضلاع کے باقی عوام کے لیے انہیں مار بھگانا ناممکن ہو جائے یا ان کے دل میں ایسا کرنے کی معقول توقع بھی باقی نہ رہے اور کفار کی طاقت اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ احکام اسلام کو اپنی مرضی کے مطابق ختم کر دیں یا باقی رکھیں اور کوئی شخص بھی کفار کی اجازت کے بغیر ملک کی مالیت اکٹھی نہ کر سکے اور مسلم باشندے پہلے کی طرح امن و امان کی زندگی بسر نہ کر سکیں تو ایسا ملک سیاسی طور پر دشمن کا ملک یعنی دارالحرب ہو جاتا ہے۔''

یہ فتویٰ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ مسلمان ان واقعات جو ظہور پذیر ہو چکے تھے چپ چاپ رہ کر تقدیر پرستانہ انداز میں قبول کرنے کا رویہ ترک کر دیں۔ کافی عرصے تک شاہ عبدالعزیز اپنے والد کے دینی اور سیاسی فلسفے کی تبلیغ کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے پیغام کا رخ صرف اونچے طبقے کے لوگوں اور خواص کی طرف نہ رکھا بلکہ عوام کے ضمیر کو متحرک کرنے کی کوشش بھی کی۔ انہیں بدلے ہوئے سیاسی اور اقتصادی حالات سے آگاہ کرنے اور ان کی عزت نفس اور اپنی تقدیر خود بنانے اور ایمان رکھنے کے لیے مساعی بھی کیں۔ کام مشکل تھا لیکن سرانجام دینے کے لائق بھی تھا۔ شاہ عبدالعزیز 17 جولائی 1823ء کو وفات پا گئے لیکن اپنے پیچھے ایثار پیشہ کارکنوں کی ایک ایسی شاندار جماعت چھوڑ گئے جن کے نام تمام مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ ان لوگوں میں شاہ اسماعیل شہید، مولانا عبدالحی، سید احمد شہید، مولانا محمد اسحٰق اور ان کے بھائی مولانا محمد یعقوب کے علاوہ ایک بڑا انبوہ بھی تھا جس کے افراد اس نصب العین کے لیے جو شاہ ولی اللہ نے ان کے سامنے رکھا تھا ویسی ہی وابستگی رکھنے والے تھے۔

شاہ عبدالعزیز نے پنجاب کو سکھوں کی حکومت سے آزاد کرانے کے لیے جہاد کی تحریک بھی شروع کی جس کے ہاتھوں [illegible] والے ظلم ناقابل برداشت ہو چکے تھے۔ اس تحریک کی قیادت کا اعزاز سید احمد شہید (1831ء......1796ء) [illegible]

کیا۔ یہ آگاہی 58-1857ء کے انقلاب کے لیے گویا نفسیاتی تیاری تھی اور 1857ء کا وہ انقلاب بعض پہلوؤں سے شاید مسلمانوں کے نقطہ نظر سے ان کے لیے خوش نصیبی کا واقعہ تھا کیونکہ ان تمام مصائب کے باوجود جو اس انقلاب میں انہیں پیش آئے اس نے ان کے ذہنوں کو نئے مداووں کی طرف متوجہ کیا۔

انہوں نے پے در پے تین بار جاٹوں، پھر سکھوں، پھر نادر شاہ کی قیادت میں ایرانیوں کے ہاتھوں دلی کی بربادی کے خوفناک مناظر دیکھے تھے۔ مرہٹوں کی طوفانی اٹھان کے امکانات نے والیانِ ریاست اور عوام ہر دو پر یکساں خوف طاری کر دیا تھا اور شمالی ہند کے بعض حکمران اس مشترکہ دشمن کے خلاف اتحاد قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے لیکن باہمی بداعتمادی نے اتحاد کے قیام میں رکاوٹ پیدا کر دی۔ کوئی ایسا مضبوط رہنما نہیں تھا جس پر سب کو اعتماد ہوتا اور مغل شہنشاہ کے پاس نہ تو وسائل تھے نہ قوت ارادی کہ وہ مرہٹوں کے خلاف متحدہ قوتوں کی رہنمائی کرتا۔ اس موقعہ پر امید کی واحد صورت یہ تھی کہ ملکی سرحدوں سے پرے کسی نجات دہندہ کی تلاش کی جائے اور اس کے لیے احمد شاہ ابدالی کی ذات موزوں ترین دکھائی دیتی تھی۔ شاہ ولی اللہ نے مداخلت کے لیے اس سے درخواست کی۔

اپنی سیاسی سوچ میں شاہ ولی اللہ ایک حقیقت پسند انسان تھے۔ ایک ایسے انسان جنہیں اخلاقیات، سیاست اور اقتصادیات کے قریبی باہمی تعلق کے بارے میں کامل بصیرت حاصل تھی۔

انہوں نے مسلم معاشرے کے تمام طبقوں سے نہایت پرجوش انداز میں درخواست کی کہ وہ اُس خطرے کا احساس کریں جو ان کے سر پر منڈلا رہا تھا اور اپنے آپ کو اس کا پرزور مقابلہ کرنے کے لیے تیار کریں انہوں نے احمد شاہ ابدالی کو لکھا:

> ''اللہ کی مشیت آپ سے تقاضا کرتی ہے کہ آپ عافیت کی زندگی ترک کر دیں، تلوار کھینچ لیں اور اس وقت تک اسے نیام میں نہ ڈالیں جب تک کہ دین صادق اور کفر کے درمیان حد فاصل نہ قائم ہو جائے کفار سزا نہ پا جائیں اور دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔''

5.3- شاہ ولی اللہ کے جانشین

موصوف کی رحلت کے نصف صدی کے اندر ہی مسلم اقتدار کے لیے پیدا ہونے والے خطرے اور اس کے بعد کے نتائج جنہیں وہ چشم بصیرت سے پہلے ہی دیکھ چکے تھے اور جس خطرے کے سدباب کے لیے انہوں نے کوشش بھی کی تھی اس نے مسلم اقتدار کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ ستمبر 1803ء کی دہلی کی جنگ نے ملک کے اس حصے میں مرہٹوں کی قوت کا خاتمہ کر دیا اور اہل برطانیہ دہلی کے شہنشاہ کو جسے وہ ''بیچارہ اندھا آدمی'' کہتے تھے بلاشرکت غیرے آقا بن گئے۔ اس برائے نام شہنشاہ کو دہلی کی فتح اور شاہی محلات کی لوٹ مار کے بعد جنرل ریگ نے ''علاقوں وغیرہ کی فہرست میں اس طرح مندرج کر لیا گویا وہ بھی غیر ذی روح

ثالثاً[۳۱۱] اصل بات یہ ہے کہ اِصْطِلاحِ ائمّہ[۳۱۲] میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو، اِن میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً اجماعاً کافِر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافِر ہے۔ شِفاء شریف و بزّازیہ ودُرَرْ وغُرَر وفتاوٰی خَیرِیہ وغیرہا میں ہے:

اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ اِنْ شَاتَمَهٗ (ﷺ) کَافِرٌ وَمَنْ شَکَّ فِی عَذَابِہٖ وکُفْرِہٖ کَفَرَ۔

ترجمہ: ''تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس (ﷺ) کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافِر ہے اور جو اس کے مُعذَّب[۳۱۳] یا کافِر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافِر ہے۔'' مُجْمَعُ الْاَنْھُر ودُرِّ مُختار میں ہے وَاللَّفْظُ لَہٗ۔

اَلْکَافِرُ بِسَبِّ نَبِیٍّ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ لَاتُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ مُطْلَقًا مَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَ کُفْرِہٖ کَفَرَ۔

ترجمہ: ''جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافِر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اسکے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافِر ہے۔''

الحمد للہ (عزوجل)! یہ نفسِ مسئلہ[۳۱۴] کا وہ گراں بہا جُزئِیَّہ[۳۱۵] ہے جس میں ان بدگویوں کے کفر پر اجماعِ تمام اُمت کی تصرِیح ہے[۳۱۶] اور یہ بھی کہ جو انہیں کافِر نہ جانے خود کافِر ہے۔

---

[۳۱۱] تیسری بات [۳۱۲] ائمہ علیہم الرحمۃ کی مخصوص، فنّی بول چال [۳۱۳] عذاب کے مستحق ہونے میں۔ [۳۱۴] زیرِ نظر سوال۔ [۳۱۵] قیمتی اصول۔ قیمتی عبارت۔ [۳۱۶] وضاحت سے لکھا ہے کہ گستاخ رسول کا کافِر ہونا تمام امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔

جائزہ

اب آیئے اِپنے عقیدے کوان بدعقیدہ مولویوں سے محفوظ رکھنے کیلئے ''تمہید ایمان'' کا جائزہ لیں۔ مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے تمہید ایمان میں چار مرحلوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اللہ عزوجل کو گالی دے، عیب لگائے یا ان کی شان میں کمی کرے وہ قطعاً کافر ہے۔

۲۔ جو کوئی ان کے کفریہ کلام کو دیکھ کر، سن کر بھی انہیں کافر نہ مانے اور بہانے بنائے۔ ان کی دوستی، استاذی، شاگردی کا لحاظ کرے وہ بھی کافر ہے۔

۳۔ ان گستاخوں نے جو کچھ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے اس کے گستاخانہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

۴۔ جو مکر و فریب اور بہانے بازی یہ لوگ کرتے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں وہ بہانے بازی ان کے کفر کو نہیں مٹا سکتی۔

اب ہم ان چار مراحل کو علمائے اسلام رحمتہ اللہ علیہم کے اقوال کی روشنی میں مختصراً بیان کرتے ہیں۔

مرحلہ نمبر ۱ اور ۲

۱۔ علمائے احناف رحمتہ اللہ علیہم کا فتویٰ

وَالْكَافِرُ بِسَبِّ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّهُ يُقْتَلُ وَلَا يُقْبَلُ تَوْبَتُهُ مُطْلَقاً وَلَوْسَبَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قُبِلَتْ لِأَنَّهُ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى
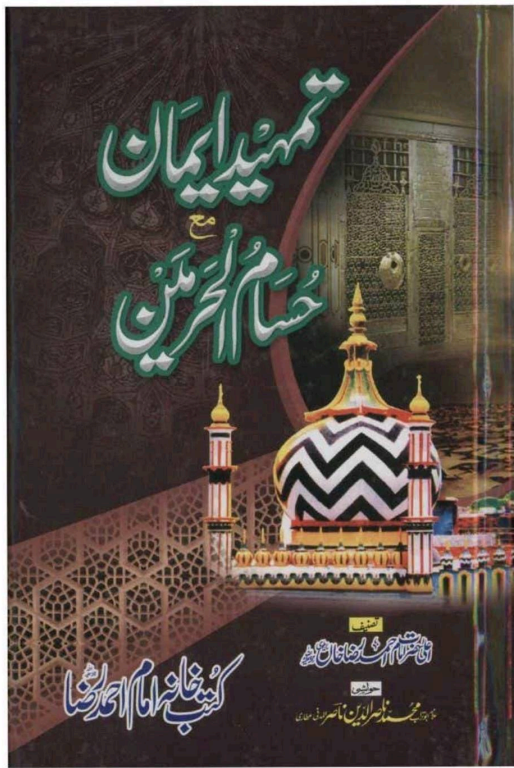
اس بارگاہ میں ہی گستاخی کا مرتکب ہو تو پھر اس کا مسلمانوں سے کیا تعلق باقی رہا سرکار عالی وقار کی شان میں گستاخی کرنے والا ظاہری جبہ و عمامہ اور ظاہری علم و فنون سے غلامانِ رسول ﷺ کے دل میں میں تو کیا سمائے گا نظر کو بھی نہیں بھاتا بلکہ ہر دم و ہر لحظ شہتیر کی طرح آنکھوں میں کھٹکتا رہتا ہے یہ بظاہر کلمہ گو مسلمان کہلانے والا منافق یہودی سے کم نہیں بلکہ چار سو بیس ہاتھ آگے ہے۔ جبے عمامے یہودیوں نے بھی باندھے لمبی لمبی تقریریں یہودیوں نے بھی کیں بڑے بڑے نام و القابات یہودیوں کے بھی ہوئے مگر نہ ہی اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہ مسلمانوں سے کوئی واسطہ۔ ایسے ہی گستاخ رسول کے بھی جبے عمامے ظاہری علم و فن اونچا نام و لقب ہم مسلمانوں کو متاثر نہیں کرسکتا۔

(۳۴) اور اگر کسی نے رسول کریم ﷺ کی شان و عظمت کے سامنے کسی کے عمامے اور جبے کو زیادہ اہمیت دی کسی کی سفید داڑھی یا کالی شیروانی کو نظر میں رکھا یا دوستی رشتہ داری اور اس کے مریدوں سے حیا کی تو یہ حیا۔ حیا نہیں بے حیائی ہے حیا تو اپنے نبی کریم ﷺ سے کرنی چاہیے اگر اس گستاخ سے نفرت نہ آئی اور یا اس گستاخ کو گستاخ کہنا برا لگا تو ایسے شخص کو ڈوب مرنا چاہیے کہ اسے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے حیا نہ ائی اسے اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے حاضر ہونے کا کوئی ڈر نہیں۔

اسی صلح کلی والے شخص کو اگر دو یا تین سنادی جائیں تو دو منٹ میں ان کی ساری اخلاقیات دھری کی دھری رہ جائیں گی اور ان کا اصل روپ نکل کر سامنے آجائے گا۔

(۳۵) چنانچہ صحابہ کرام علیہم رضوان نے کبھی رشتہ داری کا پاس نہ کیا تمام محبتوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت ہی ان کے لئے اہم رہی اس محبت کے سامنے تمام رشتے ناطے ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے جیسا کہ جنگِ بدر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر دیا اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اسلام لانے کے بعد بتایا کہ اگر جنگ میں تم میری تلوار کے نیچے آجاتے تو میں تمھیں قتل کر دیتا یعنی محبت رسول ﷺ پر محبت پدری کو قربان کر دیتا یہی مومن کی شان ہے کہ وہ اپنے آقا و مولا ﷺ کی عزت پر تمام محبتیں رشتہ داریاں اور تعلقات قربان کر دیتا ہے۔

(۳۶) یعنی واضح طور پر معلوم ہوا کہ جو گستاخ رسول ﷺ سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔

(۳۷) پر صراحتاً یہ بھی بتا دیا گیا گستاخ کوئی ہو وہ باپ ہو یا بیٹا، بھائی ہو یا عزیز رشتہ دار مسلمان کبھی ان سے تعلق نہ رکھے گا۔

(۳۸) گمان میں

(۳۹) عزت و عظمت والا